

فضل الباری فی سوانح ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

استاذ العلماء حضرت مولانا
مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور

فضل الباری رحمہ اللہ

فی

سوانح ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

استاذ العلماء حضرت مولانا
مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ اشاعت نمبر 126

نام کتاب	فضل اللہ الباری فی سوانح ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ
تصنیف	حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی
کتابت	حامد اقبال خان اویسی ملتان پاکستان
سرورق	فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور
صفحات	112
تعداد	1100
شرف اشاعت	ادارہ معارف نعمانیہ لاہور
ہدیہ	دعائے خیر بحق معاونین

نوٹ: بیرون جات کے شائقین مطالعہ 25 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

ادارہ معارف نعمانیہ

323 شاد باغ لاہور

"بسم اللہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ"

دیباچہ :-

ہمارے دور میں ہزاروں کو اپنے معتقدین "ابوذر غفاری" اڑاتے پھرتے ہیں لیکن فقیر کو ان میں صحیح اور سچا ابوذر غفاری نظر نہیں آیا۔ فقیر نے چاہا کہ صحیح اور سچا ابوذر غفاری دیکھوں۔ اسکی اصلی اور حقیقی کاپی فقیر نے دیکھ کر ایمان تازہ کیا۔ اور اہل اسلام کیلئے تحفہ پیش کیا۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

مولیٰ کریم جل شانہٗ سے دعا ہے کہ اسے فقیر کیلئے توشہ آخرت اور قارئین کرام کیلئے مشعل راہ ہدایت بنائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

یکم ذیقعد ۱۴۲۴ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم الامین وعلی آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین

اما بعد :- سیدنا ابوذر غفاری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ فقیر ان کے عجیب حالات کتب سیر میں پڑھے ارادہ ہوا کہ انہیں ایک جگہ پر جمع کردوں چنانچہ اس مجموعہ کو کتابی صورت میں ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں اور اس کا نام تجویز کرتا ہوں "فضل اللہ الباری" فی سوانح ابی ذر غفاری۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم" وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین"

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

"یکم ذیقعد ۱۴۲۳ھ"

صاحب سوانح رضی اللہ عنہ کا مختصر حال سفرِ آخرت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آخری عمر میں مدینے کے نواحی علاقہ زبدہ میں ایک چھوٹی سی کمبل کی کٹیا بنالی تھی آپ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں ان کو ساتھ لے گئے اور زوجہ محترمہ کا تو پہلے ہی ہر وقت کا ساتھ تھا۔ ہجرت کا بتیسواں سال اپنے آخری ایام پورے کر رہا تھا۔ حج بیت اللہ کے دن قریب آرہے تھے۔ قافلوں پر قافلے مکہ مکرمہ روانہ ہورہے تھے اور آپ کی کٹیا کے سامنے سے گذر رہے تھے دل مشوس ہوکر رہ جاتا۔ بیماری و نقاہت نے اس قابل نہ چھوڑا کہ جنبش ہی کرسکتے اس پر شوکت حج میں شرکت نہ فرما سکے جس کے امیر خلیفہ سوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

زبدہ کی آبادی بالکل تھوڑی تھی اور جتنے لوگ تھے وہ بھی اس حج میں شرکت کیلئے چلے گئے۔ کہ پھر ایسا وقت نصیب ہو یا نہ ہو۔ صرف یہی اپنی زوجہ محترمہ اور صاحبزادی کے ساتھ زبدہ میں رہ گئے۔ تمام زبدہ خالی ہوگیا تھا حج کا وقت قریب آگیا تھا اور حجاج کرام کی آمد و رفت بند ہوگئی تھی۔ راستے سنسان پڑے تھے دور دور تک سناٹا تھا۔ اللہ کے مجذوب کی لمحہ بہ لمحہ حالت خطرناک ہوتی جارہی تھی۔ یکدم ان کی تیماردار بیوی نے

چیخ ماری۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا "مت رو اصحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا تھا کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص چٹیل سنسان وادی میں جان دے گا جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہو گا اور میں اس دن سے اندازہ کر رہا ہوں کہ وہاں پر جتنے لوگ تھے ان میں سے سب کے سب وفات پا چکے ہیں صرف میں اکیلا باقی رہ گیا ہوں۔ جا، راستہ میں جاکر بیٹھ مسلمانوں کی جماعت ضرور آرہی ہوگی۔ کیونکہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

وہ بادلِ نخواستہ روتی دھوتی اٹھیں اور آکر راستے میں بیٹھ گئیں۔ یک دم ایک جماعت ان کے قریب آکر رُکی۔ پوچھا کیا ہے؟ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ فرمایا — "مسلمانو! ایک آدمی بیچارہ مر رہا ہے۔ اس کے کفن دفن کا انتظام کرو اس کے پاس کفن بھی نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں تم ضرور اجر و ثواب پاؤ گے۔

پوچھا مرنے والا کون ہے؟ جواب دیا صحابیٔ رسول۔" یہ سنتے ہی سب کے ہوش اڑ گئے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہرام مچ گیا۔ ایک شور تھا۔ ان پر ہمارے ماں باپ قربان، ان پر ہمارے ماں باپ قربان۔ ادھر انہوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا بکری ذبح کر کے پکاؤ مہمان آرہے ہیں دفن کرلیں تو تم ان سے کہنا کہ ابا نے خدا کی قسم دی ہے جب تک کھانا نہ کھالیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں۔ ان کے خلیل نے بتایا تھا مہمانوں کا

اکرام کرو خواہ تمہاری جان نکل رہی ہو۔

اتنے میں مومنین کی جماعت اندر آئی۔ انہوں نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا "میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے جو شخص کفن دے وہ نہ تو کسی صوبے کا والی ہو نہ عریف"

اس جماعت میں صرف ایک انصاری جوان ایسا ملا جس میں یہ شرائط پائی جاتی تھیں۔ اس نے کہا میرے پاس دو نئی چادریں ہیں اور ایک میرے بدن پر جنہیں میری ماں نے میرے لئے بنی ہیں یہ کافی و وافی ہیں۔ یہ سن کر فرمایا "بس انہیں کپڑوں میں مجھے کفنانا۔" اس کے بعد ان کے بدن نے جھرجھری سی لی اور فرمایا میرا رُخ قبلہ کیطرف کر دو۔ ایسا ہی کر دیا گیا۔ اس کے بعد زبان مبارک سے یہ آخری الفاظ نکلے اور مجذوبوں کا سردار ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا۔

"بسم اللہ باللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ"

آہ ان کے خلیل نے جو فرمایا تھا وہ کس کس انداز سے پورا ہو کر رہا۔ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "ابوذر اکیلا ہی چلتا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھے گا۔" انا للہ وانا الیہ راجعون"

ابتدائی حالات :۔

قبیلۂ بنی غفار عرب میں رہزنوں کا قبیلہ مشہور تھا۔ قافلے موڑ لینا جان و مال کو برباد کرنا اور تیر و تفنگ کھیلنا وغیرہ اس قبیلہ کا وطیرہ تھا۔ اس غارت گر ماحول میں جنادہ بن قیس غفاری کے گھران کی زوجہ املہ کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ ماں باپ نے اس کا جندب نام رکھا یہ وہی خوش نصیب بچہ ہے جو آگے چل کر دنیا میں ابوذر کی کنیت اور مسیح الاسلام کے لقب سے سرفراز ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ ہر نومولود اپنے ماحول سے اثر قبول کرتا ہے اور اردگرد کی کیفیات سے متاثر ہو کر اس کے اخلاق و کردار کی دیواریں استوار ہوتی ہیں۔ جندب نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ڈاکوؤں اور رہزنوں کا ماحول تھا۔ خون و آہن کی آویزشیں جن کا لازمہ تھیں۔ عزت و ناموس کی غارت گری یتیم سازی اور بیوہ گری ہی اس کاشتکاری کا اندوختہ تھے۔ ہر صبح اور شام ان کی تلواریں کسی گھر کا چراغ زندگی گل کر دیتیں اور کسی کا سرمایۂ زندگی چشم زدن میں لوٹ لیتیں۔ جندب جب جوان ہوئے تو انہوں نے خاندانی روایت کو اور فروغ دیا۔ یکہ و تنہا قافلوں پر ٹوٹ پڑنا اور لوٹ لینا اور شان سے تلوار لہراتے گھر لوٹ آنا ان کا معمول بن گیا تھا جندب اب فخر قبیلہ اور خاندان کے ہیرو بن گئے تھے۔

مگر خدا کی قدرت کہ معلوم نہیں کس بیوہ کی آہ جگر سوز اور کس یتیم کے

نالۂ شبگیر نے اثر دکھایا۔ جندب کے پیکر میں سویا ہوا انسان جاگ اٹھا غیرت و حمیت جبلی بیدار ہو گئی۔ جندب نے کئی پشتوں سے کیے جانے والے پیشہ رہزنی سے ایک دم کنارہ کشی اختیار کر لی اور خدائے خالق و مالک کی عبادت کرنے لگے اگرچہ اسوقت تک اسلام کا طریقۂ عبادت عام نہیں ہوا تھا مگر جندب غفاری کی روح نے اپنی تسلی اور تسکین کیلئے فطرت سے راہنمائی حاصل کی اور پیدا کرنے والے کے حضور سجدہ گزاری میں لگ گئی۔

جلاوطنی :۔

آپ کے حالات میں ملتا ہے کہ آپ کو اپنے گھر سے جلاوطن کیا گیا تھا اور آپ اپنے ماموں کے ہاں رہائش پذیر ہو گئے تھے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا یہ جلاوطنی کیوں ہوئی۔ بہرکیف آپ کی جلاوطنی کی علت خواہ کچھ ہی ہو آپ نے غفار کو چھوڑا، قریب کے رشتہ داروں میں آپ کے ایک مہمان ماموں کسی دوسرے قبیلے میں اقامت گزیں تھے۔ وہیں کا ارادہ کیا۔ اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ گھر سے نکل پڑے قطع منازل کے بعد اس قبیلے میں پہنچے۔ آپ کے ماموں نے جو اپنی بچھڑی ہوئی بہن یعنی آپ کی والدہ کو اس غربت کیساتھ آتے ہوئے دیکھا! جی بھر آیا۔ بھانجوں کو تسلی دی۔ خیمے خالی کر دئیے غرض ایک ماموں سے جس ہمدردی کی امید ہو سکتی تھی۔ وہاں آپ کو میسر آئی نہایت چین اور اطمینان کے ساتھ رہنے لگے۔ یہاں ان کو اپنے مشغلے سے کوئی روکنے

والانہ تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ تجربوں نے آپ کو سکوت و صبر کی تعلیم بھی دی کوئی نیا فتنہ بھی نہ اٹھ کھڑا ہوا کچھ دن اسی طرح آرام و سکون کے ساتھ گذرے۔

ماموں کے یہاں سے روانگی :۔ ماموں نے بھی آپ کی عنصر طیب اور جوہر ذاتی کو پہچان لیا۔ روز بروز ان کی توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی آخراس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے ماموں کے یہاں آنے جانے والے لوگوں کے دلوں میں رشک کا مادہ پیدا ہوا۔ ان دونوں بھائی نے بہت سے حاشیہ نشینوں کی جگہ لے لی۔ ان کے گھر کے کام جو ابتک دوسروں کے ساتھ متعلق تھے۔ ان لوگوں کے ہاتھ سپرد ہو گئے الغرض مختلف اسباب وعلل نے اس مادہ کو تیز کیا یہانتک کہ رشک نے حسد کی صورت اختیار کی۔ مخالفوں کی ایک جماعت تیار ہوئی جو ان کے خلاف ہر امکانی کوشش کرنے کی فکر میں مصروف رہتی تھی۔ آپکے ماموں کبھی کبھی سیر و شکار کی غرض سے گھر سے باہر بھی جایا کرتے تھے۔ مخالفوں نے اس کو غنیمت سمجھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سبھوں نے ملکر کہا کہ

"جناب آپ جب باہر جاتے ہیں اور گھر میں کوئی نہیں رہتا تو آپ کے بھانجے (انیس) گھر والوں پر افسری کرتے ہیں اور ہر قسم کی ابتری پھیلا دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے لوگوں کی ناک میں دم ہے"۔

آپکے ماموں کی عنایات گو آپ پر آپ کے بھائی پر بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھیں اور شاید اسی وجہ سے شکایت کا ان پر کوئی غیر معمولی اثر

پیدا بھی نہ ہوا۔ تاہم وہ آدمی تھے ایک دن موقع پاکر انہوں نے پوچھ لیا کہ بھائی انیس ایسا کیوں کرتا ہے؟

اسقدر جملے کا سننا تھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے ایک تو اسلئے کہ وہ فطری طور پر ایک کڑے مزاج کے آدمی تھے دوسرے غربت و مسافرت میں انسان کا دل بہت چھوٹا ہو جاتا ہے وہ کسی کی معمولی بات کی تاب نہیں لا سکتا پھر واقعہ بھی برے غلط ممکن ہے کہ انجام کا بھی خیال آیا ہو اگر اسی طرح ہم لوگوں کی شکایتیں ہونے لگیں تو آج تو معاملہ زیادہ خطرناک نہیں ہو سکتا ہے کہ آئندہ ہمیں اپنے ماموں کے گھر سے بے غیرت ہو کر نکلنا پڑے بس پھر کیا تھا حسرت بھرے لہجے میں آپ نے اپنے ماموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"اپنے تمام گذشتہ احسانات کی نہروں کو گدلا کر دیا بس اس کے بعد ہمارا اجتماع آپ کے ساتھ ممکن نہیں"

اور اپنے اونٹوں پر لد کر وہاں سے بھی بلا کسی توقف کے روانہ ہوئے۔ بیچارے ماموں کو کیا خبر تھی کہ محض اتنی سی بات پوچھنے سے ابوذر کا یہ حال ہوگا۔ وہ تو ہکے بکے ہو کر رہ گئے۔ روکتے تھے، تسلیاں دیتے تھے مگر یہاں کون سنتا ہے! وہ وقت بھی نہایت دردناک تھا جبکہ ان لوگوں کے اونٹ اس قبیلے سے گذر رہے تھے، خود حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

"فتنفطے خالنا بثوبہ وجعل یبکی"

ماموں اپنے منہ کو کپڑے سے ڈھانپ کر روتے جاتے تھے۔

الغرض رائی پہاڑ بنی اور آپ کو یہاں سے بھی رخصت ہونا پڑا۔

۔۔ مکہ کیطرف رُخ کرنا ۔۔

مکہ معظمہ عرب کا مشہور شہر تھا، آپ نے اپنے اونٹوں کو اسطرف پھیر دیا۔ خاص شہر میں تو جانا آپ نے مناسب نہ سمجھا لیکن اس کے ارد گرد کسی قریب کے گاؤں میں اُتر پڑے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی اسپر کچھ دن گذر گئے کہ اسی عرصہ میں آپکے بھائی انیس کا " جو ایک زبردست شاعر تھے " کسی دوسرے شاعر سے مقابلہ ہو گیا۔ انیس اپنے اشعار کی تعریف کرتے تھے اور اسے بلند پایہ بتاتے اور دوسرا اپنی شاعری کی مدح سرائی کرتا۔ اسے بڑھاتا الغرض اسی نوک جھونک میں شرط کی نوبت آگئی۔ بات اسپر طے ہوئی کہ جو ہارے وہ اپنے ریوڑ جیتنے والے کی نذر کرے، ایک کاہن حکم مقرر ہوا دونوں اس کے پاس حاضر ہوئے خوش قسمتی سے کاہن نے حضرت انیس کے موافق فیصلہ دیا ان کے اشعار کو خصم کے شعروں سے بہتر بتایا۔ حضرت انیس خوشی خوشی اپنے ریوڑ کیسا تھ اس کے ریوڑ بھی قیام گاہ تک ہنکالائے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بھی اس تائید غیبی پر بہت مسرت ہوئی۔

دربارِ نبوی تک باریابی کے اسباب

یہ وہ زمانہ تھا کہ رافتہ سماویہ ملت ابراہیمیہ کے اتمام واحیاء کیلئے

خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت قدسیہ کو انتخاب کر چکی تھی۔ حراء کا واقعہ نزولِ وحی بعثت کے حوادث گذر چکے تھے اسلام کی تبلیغ کی آواز عشیرۃ اقربین سے گذر کر " ام القرے " میں گونج چکی تھی۔ گھر گھر اس نئے دین ظاہر ملتہ غالبہ کا چرچا تھا۔ کفاروں میں اسلاف پرستی کے اوصاف موجزن تھے۔ بچوں سے بوڑھوں تک اپنی خود تراشیدہ معبودوں کی تائیدوں میں سرشار ہو رہا تھا۔

راہگیروں میں اور مکہ میں آکر بازار کرنے والوں کے اور اعراب و مسافرین کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔ مکہ سے جو باہر جاتے وہ اسکی خبر کو ہر اپنے شناسا ملنے جلنے والے کو متعجب سے سناتا تھا۔

اس عرصہ میں مکہ سے کوئی مسافر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پڑاؤ کیطرف گذرا۔ آرام لینے کیلئے کچھ دیر شاید وہاں ٹھہرا ہوگا۔ بات میں بات پیدا ہوئی۔ معلوم نہیں حضرت ابوذر کے خیالات سے اسے پہلے سے واقفیت تھی یا اسی وقت ان کی گفتگو سے اسے معلوم ہوا کہ آپ بھی ایک خدا کے ماننے والوں میں سے ہیں بہرکیف اس نے کہا " ابوذر! یہ تم جو کچھ کہتے ہو مکہ کا ایک شخص اسی کا مدعی ہے دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسپر کلام نازل فرمایا ہے اور اسے اپنا پیغمبر بنایا ہے خدا کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی معبود سے کوئی واسطہ نہ رکھو " اس نے تو روا روی میں یہ خبر سُنائی لیکن اِدھر حضرت ابوذر کا دل بلیوں اچھل پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوہر مقصود کی جگمگاہٹ نے ان کے دل و دماغ کو روشن کر دیا

سمجھ لیا کہ وقت قریب ہے دل کی بے چینی کی دوا آسمان سے اُتر چکی ہے۔ سنتے ہی سنبھل کے بیٹھ گئے اور نہایت اضطراب کیساتھ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق دریافت کرنے لگے۔

"کہ اس کا اصلی وطن کہاں ہے؟ کس قبیلے کا آدمی ہے مکہ کے کس خاندان سے اسکا تعلق ہے"۔ راہگیر نے سارا نشان و پتہ بتادیا کہ وہ مکہ کا آدمی ہے اور قبیلہ قریش کے ممتاز خاندان کا آدمی ہے (طبقات ابن سعد صہ ۵۴۴ ج ۶)

اسقدر پوچھ کر آپ چُپ ہو گئے۔ دل میں ایک انجذابی کیفیت تھی جو رہ رہ کر مکہ معظمہ کیطرف ان کو گھسیٹ کر لیجانا چاہتی تھی۔ لیکن کچھ اپنے بت پرست بھائی کا خیال۔ کچھ مشرکہ ماں کی خاطر سے دل میں اس انگارے کو دبائے بیٹھے رہے، جو تبلیغ کے بعد ہر ایسے دل میں خود بخود بلا کسی دلیل و حجت کے پیدا ہوتا ہے حقیقت والف کا ایک دریا تھا، جو روحِ ابوذری میں جوش زن تھا۔ نہیں سمجھتے تھے کہ کیا ہے کیوں ہے؟ مگر تھا اور وہ اسکے ہیجان سے بیکل تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں۔ مگر یہاں تو سعادت آپ کی پیشانی چوم رہی تھی آپ کے رشد و ہدایت کا سامان آسمان پر کیا گیا تھا۔ انیس رضہ نے یکایک آپ سے آکر کہا "بھائی جان میں مکہ جاؤنگا آپ ذرا اونٹوں کی نگہداشت فرمایئے گا ان کے چارہ پانی کا خیال رکھیں انشاءاللہ بہت جلد واپس آتا ہوں۔ (مسلم وطبقات ابن سعد)

ایک آواز تھی یا بجلی جسکی رو تمام قوی وحواس پر آناً فاناً دوڑ گئی۔ خدا جانے حضرت ابوذر نے کیا دیکھا۔ سامنے سے کیا چیز تڑپ کر نکل گئی۔

مگر فوراً کچھ سوچ کر آپ یکایک تھم گئے اور خود ساختہ طمانیت اور سکون طاری کرتے ہوئے (بجنسہٖ اسیطرح جبکہ ایک بدنام و ناکام کوچۂ محبوب سے رد کا گیا ہو اور آنے جانے والوں سے کسی کی خیریت و صلاح اجنبی انداز کے ساتھ پوچھتا ہے۔ انیس کو آپنے اجازت دی اور اصل مقصد جس کو بے غرضانہ اسلوب مگر دلدوز لفظوں میں ادا کیا ہے، میں اسے بجنسہٖ بخاری شریف سے نقل کرتا ہوں۔

"ارکب الی ھذا الوادی فاعلم لی علم ھذا الرجل الذی یزعم انہ نبی یاتیہ الخبر من السماء واسمع من قولہ ثم ائتنی"

(بخاری صہ ۵۴۴ ج ۱)

"اس وادی مکہ کو جاؤ کوئی مضائقہ نہیں مگر ہاں میرے لئے یہ کرتے آنا کہ جو اپنے کو نبی خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آسمان سے اسکے پاس خبریں آتی ہیں ذرا اس کی حالت دریافت کرنا سنناکہ وہ کیا کہتا ہے یہ کرکے پھر آنا"

ادھر حضرت انیس رضی اللہ عنہ تو مکہ کو روانہ ہوئے ادھر ایک شعلۂ انتظار تھا جو ان کے رخصت ہوتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے دل وجگر میں بھڑکنے لگا۔ رہ رہ کر اسکی شدت بڑھ رہی تھی حتی کہ اس سختی کو آپ اسلام لانے کے بعد بھی نہ بھولے تھے اپنی داستان سناتے ہوئے فرما دیتے تھے "فراق علی" انیس نے بہت دیر لگائی تھی۔

بہرکیف دیر ہوئی تھی یا نہیں لیکن حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ پر یہ وقت بہت گراں گذرا۔ اور شاید اس سے زیادہ شکایت کسی تراخی کو انہوں نے کبھی نہیں کی۔

حضرت انیسؓ واپس ہوئے ایک معمولی انداز کیساتھ ملے اور پھر پوچھا کہ اتنی دیر تم نے کہاں لگائی۔ حضرت انیس نے فرمایا کہ اسی آدمی سے ملنے میں دیر ہوئی۔ اسکا طریقہ وہی ہے جو آپ کا ہے وہ اچھی عادتوں کی تعلیم دیتا ہے اور یہ صحیح ہے کہ وہ اپنے آپ کو رسول گمان کرتا ہے۔

حضرت ابوذر نے فرمایا "اچھا مکہ والے ان کو کیا کہتے ہیں؟ کیسا آدمی سمجھتے ہیں؟ انیس نے کہا کہ اسے کوئی شاعر کہتا ہے اور کوئی کاہن کہتا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اس موقع پر غایت نشاط اور مسرت کے ساتھ اپنے اسلام کی حالت بیان کرتے ہوئے خاص اس مقام پر فرمایا کرتے تھے۔ " انیس حالانکہ اچھا شاعر تھا مگر اس نے یہی کہا کہ صاحب میں نے شعر کے اوزان پر ان کے شعروں کو خوب جانچا۔ شعر تو وہ یقیناً نہیں ہیں رہا کاہن تو میں سینکڑوں کاہنوں سے بھی ملا ہوں ان کی باتیں سُنی ہیں لیکن اس شخص کے کلام کو ان کی گفتگو سے کوئی واسطہ نہیں۔ قسم خدا کی وہ سب کے سب جھوٹے ہیں لیکن وہ سچا ہے۔ (طبقات وصحاح ستہ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہوا پوچھنے کی ضرورت نہیں، ناصح جب دل گرفتوں کا ہم خیال وہمدم ہو جاتا ہے۔ اسوقت اطمینان کی جو خنکی دلوں میں محسوس کی گئی ہے حضرت ابو ذر کے سینہ کو بھی اسی سے معمور سمجھنا چاہیئے۔ حضرت انیس کے خیال کے اس انقلاب نے ان کے تمام غم غلط کر دیئے۔

اور ایک مسرورانہ لہجہ میں فرمایا

ماشفیتنی مما اردت (بخاری)

ہم جس مرض کا علاج چاہتے ہیں تم اسکی دوا نہیں لائے اور وہ کہاں سے لا سکتے تھے۔ اسکے بعد کہا کہ انیسؓ! **اکفنی اذھب فانظر** (طبقات)

تم میری جگہ اب گھر رہو تاکہ میں جاؤں اور میں بھی تو دیکھوں کہ کون ہے کہ ساری تڑپ اور بےچینی اسی ایک نظر کیلئے تھی اور آہ کہ اسوقت تک کتنوں کو ہے۔

سفرِ مکہ معظمہ:۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اسوقت کیا کرتے تھے لیکن شیراز کے بلبل نے صدیوں کے بعد اس اشتیاق اور بےچینی کی تصویر ان لفظوں میں کھینچی ہے جسکا نقل کرنا اس موقع پر ناموزوں نہیں

۱۔ خرم آں روز کزیں منزلِ ویران بروم — راحتِ جان طلبم وزپئ جاناں بروم

۲۔ چوں صبا بادلِ بیمار وتنِ بی طاقت — بہواداری ان سرو خراماں بروم

۳۔ دلم از وحشتِ زندان سکندر بگرفت — رخت بر بندم وتا ملکِ سلیماں بروم

ترجمہ (۱) وہ بڑا خوشی کا دن ہوگا جب میں اس ویران منزل سے کوچ کروں گا راحتِ جاں اور محبوب کی طلب میں راہی ہونگا۔

(۲) — جب صبا میرے دلِ بیمار اور جسم بے طاقت کیساتھ سرو خراماں محبوب کے عشق میں جاؤنگا۔

(۳) — میرا دل سکندر کے قید خانہ کی وحشت میں بے سامان باندھ کر

سلیمان کے تخت تک پہنچوں گا۔

(۴) درره او چو قلم گر بسرم باید رفت | با دل ذوکش و دیدہ گریا بروم!

(۵) نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے | تا در میکدہ شاداں و غزلخواں بروم

(۶) بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں | تا لبِ چشمہ خورشید درخشاں بروم

ترجمہ (۴) اس کی راہ میں میرے سر کو قلم کیطرح جانا چاہیئے دل درد بھرے اور چشم گریاں ہو کر جاؤں گا۔

(۵) میں نے منت مانی ہے کہ کاش کبھی یہ غم ختم ہوں تاکہ محبوب کے میکدہ میں شاداں اور گیت گاتا ہوا پہنچوں۔

(۶) اس کے عشق میں ذرۂ بے مقدار ہو کر رقص کرتا ہوا چمکدار چشمۂ خورشید کے کنارے پر پہنچوں۔

بالآخر وہ ذرہ اُٹھا جو غفار کے خانوادہ میں چشمۂ خورشید سے ملنے کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری اور محمد بن سعد کاتب الواقدی راوی ہیں کہ اس کی پیٹھ پر ایک چھوٹی سی سیاہ مشک پانی سے بھری لدی ہوئی تھی۔ اور زنبیل میں تھوڑے سے مقل کے دانے تھے۔ تلاشِ محبوب میں تن تنہا حجاز کے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے وہاں جا رہے تھے جہاں جانے کے بعد پھر انہیں کسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

جذبۂ شوق نے منزل کو آسان کیا اور سامنے مکہ کا سواد نظر آیا نہیں بتایا جا سکتا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے بھی کسی افق سے امید کی صبح کو اسطرح طلوع ہوتے ہوئے دیکھا تھا یا نہیں۔ آج وہ حضرت ابوذر

غفاری رضی اللہ عنہ تو نہیں ہیں لیکن جگر سوختوں سے اب بھی پوچھ سکتے ہو۔ جنکے سامنے قبۂ خضرا اپنے مسکراتے ہوئے ناصیۂ جمال سے یکا یک ظاہر ہوتا ہے اور شغف والے اسیر تڑپ تڑپ کر کبھی اپنی جانوں کو کھو بیٹھتے ہیں

"**فالحیوۃ حیوتھم والممات مماتھم**"

اسکی مستی کو مجھ سے نہ پوچھو کہ میری ایسی قسمت کہاں ہے ہاں وہ بتا سکتے ہیں جو روضہ "من ریاض الجنۃ"[1] کی گل بیزیوں سے وارفتہ ہو کر

واعظ مکن نصیحت ماشوریدگاں کہ ما

5 باخاک کوئی دوست بفردوس ننگریم

چلائے ہیں آہ کہ جنکی آخری تمنا ہے

زاں پیشتر کہ عمر گرانمایہ بگذرد

بگذار تا مقابل روئے تو بگذریم!

کے علاوہ کبھی بھی کچھ نہیں رہی "**فطوبیٰ لھم وحسن ماٰب ویرزقنی اللہ الاقتداء بھم**"۔ بہرکیف شیفتۂ نادیدہ کا مکہ میں داخلہ ہوا اس دیار میں آپ کی کسی سے جان پہچان کب تھی سامنے حرم نظر آیا۔ سیدھے اسطرف

---

[1] حدیث ذیل کیطرف اشارہ ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ"۔ (میرے گھر جواب روضۂ مطہرہ ہے) اور ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تشریف لے گئے اور ایک بیکس مسافر کیطرح خدا جانے کس کے انتظار میں دہیں کہیں کونے میں پڑے رہے۔

مکہ مکرمہ میں تیس ۳۰ دن :

حرم میں قریش عموماً اکثر ہی آتے جاتے رہتے تھے اور ہو سکتا تھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بہت جلد کسی سے دریافت کر کے اس آستانے تک پہنچ جاتے جسکے لئے قبیلہ غفار سے کھینچ کر وادیٔ بطحا اور وہاں سے حرم تک لائے گئے لیکن یہ طبع غیور کو گوارا نہ تھا کہ اس احسان کو جس سے زیادہ گرانبار احسان ممکن نہیں بت پرستوں کے وسیلے سے سر پر رکھا جائے۔ بخاری میں ہے۔

"فالتمس النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکرہ ان یسأل عنہ"

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خود ڈھونڈھا مگر اسکو ناپسند کرتے تھے کہ کسی سے پوچھیں"

آپ کو یقین تھا کہ وہ مجھ سے چھپ نہیں سکتے۔ نگاہیں تاڑیں گی دل پہچانے گا اسی تلاش میں دن گذرتا جاتا تھا لیکن کوئی پرواہ نہیں حتیٰ کہ مقل کے دانے جو کچھ ساتھ تھے وہ بھی ان کے پاس نہیں رہے نہ تھیلی خالی تھی گرہ میں دھیلا تک نہیں تھا۔ بھوک نے حضرت ابوذر کو بے چین کر دیا تھا بہت ممکن تھا کہ استقلال کے پاؤں اسوقت ڈگمگا جاتے آپ کی آن ٹوٹ جاتی لیکن یہ سرمستی ایسی نہ تھی جو بھوک کی ترشی سے اُتر سکتی۔ آپ نہایت طمینان سے اٹھتے اور زمزم کی چند چلو سے تھوڑی دیر کیلئے اسے بھا دیتے پھر اگر ستاتی تو اس سے زیادہ جواب آپ کی طرف ۳۰ دن کے عرصہ میں کبھی نہیں دیا گیا کہ ڈول کھینچا اور

چند گھونٹ حلق کے پار کرلیا اور بس۔ (مسلم وطبقات)

غرضیکہ اسی طرح جب صبح کا آفتاب طلوع ہوتا تو حضرت ابوذر کی نگاہیں اسکی روشنی میں صرف اس آفتاب کو تلاش کرتی تھیں جس سے روح کی رات دن ہوتی تھی رات ہوتی تو اسکی اندھیریوں میں آپ کی نظریں اس تارے کو ڈھونڈھتیں جنے دنیا کے سینکڑوں بھٹکے ہوئے قافلوں کو سیدھی پگڈنڈی پر ہمیشہ کیلئے لگا دیا۔

انتظار تھا جو ختم نہیں ہوتا تھا فراق تھا جس کی جگر سوزی آناً فاناً بڑھ رہی تھی۔ بہر حال تیس دن کی اس طویل مدت میں علاوہ اس واقعہ کے اور کیا کیا حوادث وقوع پذیر ہوئے مجھے اس کی تفصیل زیادہ نہ معلوم ہو سکی۔ اور جو کچھ ہیں بھی ان میں ظاہراً سخت تعارض ہے حتیٰ کہ علامہ قرطبی کو مجبور ہو کر لکھنا پڑا۔ "وفی التطبیق بین الروایتین تکلف شدید" دونوں روایتوں میں تطبیق دینی میں سخت تکلیف ہے (فتح الباری ص ۳۳۰/ج ۲۵۶)

حافظ ابن حجر کے مشورہ سے یا روایات کے تتبع سے جس نتیجہ تک میں پہنچا ہوں اس کی ترتیب درج ذیل ہے۔

پہلا واقعہ :- یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے بعد بھی حرم محترم کو نہیں چھوڑا۔ جو دھن تھی وہ بندھی رہی ایسا معلوم ہوتا ہے انہی دنوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادھر سے گذر ہوا گرچہ آپکی عمر بہت تھوڑی تھی لیکن فہمیت کی بہتری میں اسوقت بھی کیا کلام ہو سکتا تھا آپنے دیکھا کہ ایک طرف ایک شکستہ حال مسافر پڑا ہوا ہے آپکو

رحم آیا قریب آکر دریافت کیا ،،

”من الرجل“: کہاں کے آدمی ہو۔

حضرت ابوذر نے کہا۔

”من غفار“ قبیلۂ غفار سے ہوں

حضرت علی نے فرمایا کہ

قم الی منزلک اپنی فرودگاہ کو تشریف لے چلیں۔

مقصود یہ تھا کہ میرے گھر چلیں مسجد میں تکلیف ہوگی۔

حضرت ابوذر چونکہ دھوکا اٹھا چکے تھے اظہارِ مدعا تو مناسب نہ جانا اٹھے اور چپ چاپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ گھر تک پہنچے خود فرماتے ہیں نہ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہ میں نے کچھ کہا۔

صبح ہوئی تو سیدھے حرم پہنچے۔ اپنی زنبیل اور مشک رکھ کر مکہ کی کوچہ و بازار میں شام تک مصروفِ جستجو رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مغرب کے بعد پھر حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے اور دیکھا کہ مسافر اب تک موجود ہے۔ آپ نے پھر فرمایا۔

”أما آن للرجل ان یعرف منزلہ“ کیا آدمی کیلئے اپنی فرودگاہ کیطرف جانیکا وقت نہیں آیا؟“ آپ اٹھے اور بجنسہٖ اسی خاموشی کے ساتھ آج کی رات بھی گذر گئی ایک دوسرے کو کیا معلوم کہ دونوں ایک ہی دفتر کے نخچیر ہیں۔

حضرت ابوذر پھر صبح ہوتے ہی حرم میں آئے اور دن بھر گھومتے رہے لیکن قسمت چلا رہی تھی کہ جا اور وہیں حرم میں بیٹھ دیکھ کہ پھر کیا ہوتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی استقامت نے

فائدہ: ”الاستقامہ خیر من الف الکرامہ“ کو خوب واضح فرمایا ہے اس کے علاوہ یہ بھی خوب واضح ہوا کہ آب زمزم شریف بہمہ وجوہ کرامت ہی کرامت ہے کہ یہ شفا کے ساتھ ساتھ غذا کا کام بھی دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے آزمایا اور یہ اب بھی آزمایا جا سکتا ہے ”تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ”آب زمزم افضل ہے یا آب کوثر“

امتحانِ شدید کے بعد سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ آستانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

پورا ایک ماہ ہو چکا ہے حرم میں پڑے ہوئے زادِ سفر ختم ہو چکا ہے زنبیل بھی خالی ہو چکی ہے۔ گندم کے جو کچھ دانے ساتھ تھے وہ بھی ختم ہو چکے ہیں۔ بھوک چمکتی ہے تو نہایت اطمینان سے اٹھتے ہیں زمزم سے چند گھونٹ پانی پی کر بھوک کی شدت کم کر لیتے ہیں۔ نہ بھوک کا احساس ہے نہ پیاس کی پریشانی نہ منزل کا پتہ ہے نہ کسی سے پوچھتے ہیں بس ایک انجذابی سی کیفیت ہے کہ جس گوہرِ مقصود کو ڈھونڈھنے نکلے ہیں دل کبھی اس کو پہچانے گا ہی۔ آنکھیں کبھی اس کو تاڑیں گی ہی آفتاب طلوع ہوتا ہے تو نگاہیں دن بھر اس آفتاب کو ڈھونڈھتی ہیں جس کی روشنی سے روح کی سب تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ رات آجاتی ہے تو نظریں اس چاند کو تلاش کرتی ہیں جس کی روشنی میں راستے جگمگا اٹھتے ہیں۔ دن رات ایک ہی جستجو ہے کہ کسی طرح اس جمالِ جہاں آراء کا نظارہ ہو جائے۔ لمحہ لمحہ جگر سوزی بڑھ رہی ہے اور انتظار کی گھڑیاں طویل تر ہوتی جا رہی ہیں

جذبِ عشق و مستی میں اپنے محبوب کے بارے میں کسی سے پوچھ ہی لیا وہ تو پہلے ہی ان کے محبوب کا دشمن تھا وہ ان کا سوال سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور پوری قوت سے چلایا "ارے صابی" چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اسقدر مارا کہ بیہوش ہو گئے۔ نہ جانے کس وقت ہوش آیا خون میں لت پت تھے بڑے اطمینان سے زمزم پر گئے، خون صاف کیا پانی پیا، اور پھر اسی جگہ آبیٹھے ارادے کی پختگی میں کوئی جنبش نہ ہوئی جذب کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی دھن لگی ہوئی تھی میرا محبوب، میرا محبوب۔

وہ شخص جو اسقدر جری تھا کہ تن تنہا رات کی تاریکی میں قافلوں کو لوٹ لیا کرتا تھا بڑے بڑے بہادروں کو ناکوں چنے چبوا دیتا تھا۔ پاپیادہ حملہ کرتا تو عجب چستی و چالاکی کا مظاہرہ کرتا اور اپنی ان قذاقانہ مساعی پر خوب داد و تحسین وصول کرتا وہی شخص میدانِ عشق میں یوں پٹ رہا ہے کہ لہو لہان ہوا جاتا ہے

دل پھنس گیا مشکل میں جاں آگئی آفت میں
رکھا ہے قدم میں نے اب کوئے محبت میں

قدرت نے ان کی ہدایت کا فیصلہ فرما دیا تھا کہ ان کے خیالات میں عظیم انقلاب برپا ہوا۔ رہزنی سے تائب ہو گئے اور خدائے واحد کی پرستش کرنے لگے۔ کسی نے پوچھا آپ کس کی نماز پڑھتے ہیں ؟ فرمایا اللہ کی "۔ اس نے پھر پوچھا کس طرف رُخ کر کے ؟ جواب میں فرمایا "جدھر اللہ جھکا دیتا ہے" اس اللہ کے بندے نے اس جاں گسل واقعہ کے بعد بھی حرم محترم کو نہیں چھوڑا۔ جو دھن تھی وہ بندھی رہی۔ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادھر

کو گذر ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک خستہ حال مسافر پڑا ہوا ہے آپ کو بہت ترس آیا اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ رات علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گذاری پھر صبح حرم میں آگئے اپنی زنبیل اور مشک رکھ کر محبوب کی تلاش میں باہر چلے گئے۔

اے میرے خضر کب تک ختم ہوتی ہے میری طلب
اس کو چلا ہوں ڈھونڈھنے جو ابھی ملا نہیں

شام تک محوِ تلاش رہے لیکن ناکام لوٹے مغرب کے بعد پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ان کو گھر لے گئے، یہ رات بھی اسی طرح خاموشی سے گذر گئی صبح ہوتے ہی پھر حرم میں آگئے رات ہوئی تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اب ان سے نہ رہا گیا آخر پوچھ ہی لیا۔ آخر تم کو کیا چیز یہاں لائی ہے کس ضرورت سے آئے ہو؟

بولے — "اگر عہد کرتے ہو کہ میری رہنمائی کرو گے تو بتاؤں گا"، عہد کیا گیا۔ فرمایا — "میں نے سنا ہے کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ سن کر میں نے اپنے بھائی کو بھیجا لیکن تشفی نہ ہوئی" خود اس سے ملنے آیا ہوں" حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کو لے کر آستانہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچے، راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اور انہوں نے محبوب کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیا "

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ"

ادھر کہتا گیا وہ اور ادھر آتا گیا دل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوئے باطل میں

کلمہ پڑھ کر واپس آتے ہی حرم میں پہنچے اور کفار کے مجمع میں گھس کر یہ نعرہ بلند کیا۔

بھر گیا تھا؛ لوگ چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اتنا مارا کہ لہو میں نہا گئے حضرت عباس نے آکر ان کی جان بچائی کیونکہ یہ اس قبیلے سے تھے جہاں سے اہل عرب تجارت کیلئے کھجوریں لایا کرتے تھے یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کفارِ قریش کو احساس دلایا کہ جس قبیلہ سے تم کھجوریں لاکر اپنا اور بچوں کا پیٹ بھرتے ہو یہ ابوذر غفاری اسی قبیلہ سے ہیں آج تم ان پر ظلم برسا رہے ہو تو کل تمہارا وہاں سے کھجوریں لانا مشکل ہو جائے گا لہٰذا ان پر ظلم نہ کرو کہ تمہاری معیشت تنگ نہ ہو جائے۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مارنا چھوڑ دیا۔

تبلیغ اسلام :-

بارگاہِ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کے بعد کلمۂ اسلام پڑھ کر اپنے وطن واپس لوٹے اور تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آپ کے بھائی انیس اور والدہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر رفتہ رفتہ قذاقوں، رہزنوں اور ڈاکوؤں کا قبیلہ غفار آدھا مسلمان ہو گیا اور جب اعلانِ نبوت کے تیرھویں سال حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کی تو اس وقت تک پورا غفار مسلمان ہو گیا تھا۔ اور رہزنی اور لوٹ مار سے انسانوں کو برباد کرنے والوں کے قلوب کلمۂ طیبہ کی حلاوت سے آباد ہو چکے تھے ہر غفاری کے خیمہ میں کلام اللہ کی تلاوت جاری تھی ظلم و تعدی کیلئے بے لاگ اٹھنے والے ہاتھ بارگاہِ ربِ الصمد میں مناجات و استغفار کرتے ہوئے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو پھیر کر رکھدیا تھا۔

صحبتِ نبوی کی بہاریں :-

سیدِ کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے میں تبلیغ اسلام فرماتے رہے جب سارا قبیلہ اسلام کی دولت سے سرفراز ہو گیا تو حضرت ابوذر خدمتِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا سارا مقصود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کا حصول، حضور کی خدمت گذاری، حضور سے پیاری پیاری باتیں کرنا اور فرمودۂ زبانِ رسالت سے طاقِ سینہ کو معمور کرنا تھا خود فرماتے ہیں۔

"میں حضور کی خدمت میں رہتا تھا۔ اس سے فارغ ہو کر مسجد میں آرام کرتا۔"

(مسندِ امام احمد ص ۱۷۵ ج ۵) لیکن مشغلہ یہی ہو گا کہ ادائے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں خود کو ڈھالنا، چنانچہ یہی ہوا کہ آپ کو اس دوران فنافی الرسول کا مرتبہ و مقام نصیب ہو گیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :-

حضرت ابوذر سرکارِ ابد قرار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا پر قربان ہونے والے عشاق میں سے تھے سچ ہے کہ اپنی خواہشات اور تمناؤں کو رسولِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے قربان کر دینا ہی تو معراجِ دین و ایمان ہے غور فرمایئے کہ سیدِ عالمیاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مسئلہ کو بیان فرمانے میں جو انداز اپنایا تھا عشق اور فنافی الرسول ہونے کا تقاضا یہی تو ہے کہ اس کو نقل کرتے وقت وہی روش اختیار کیجائے۔ ابوذر کے آقا و مولیٰ نے جماعت کی تا خیر کرنے والے امراء کے رویہ پر عامۃ المسلمین کو جو کچھ ہدایت ارشاد فرمائی اور

اور جیسے ابوذر کے زانو پر اپنا دستِ مبارک مارا۔

ابوذر نے حضور کے اس قول مبارک کو نقل کیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک کے ساتھ ان کی حرکت مبارکہ کو بھی عملاً برت کر بتایا اسی طرح لوگوں نے ایک دن دیکھا کہ حضرت ابوذر مسجدِ حرام میں تشریف لائے باب کعبہ کی زنجیر پکڑ کر فرما رہے ہیں :۔

" جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے اب جان لینا چاہیئے کہ میں حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہوں "

پھر فرمایا " جس طرح میں کعبہ کی زنجیر پکڑے ہوئے ہوں حضور بھی کعبہ کی زنجیر پکڑ کر یہ فرما رہے تھے :...... (بیہقی)

اور یہ کیوں نہ ہو قطرہ کو اگر سمندر اپنے دامن میں جذب کرے تو پھر قطرہ کی اپنی انفرادیت کیا باقی رہ سکتی ہے حضور رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر کو خود میں ضم کر کے ان پر مشکوٰۃِ نبوت کا ایسا پرتو ڈال دیا تھا کہ وہ خود آئینۂ حق نما بن گئے تھے سید کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں شدید مریض ہونے کی حالت میں فرمایا " ابوذر کہاں ہیں ؟ انہیں بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نقاہت کے باعث بستر سے نہ اُٹھے ۔ ابوذر حضور کیطرف جھکے حضور نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر جناب ابوذر کو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ (مسند احمد صفحہ ۱۶۵ ج ۵)

اللہ اللہ قربان جایئے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی قسمت پر جن کے تلوۂ ناز کو سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنی کافوری پیشانی سے مس کریں

تو ناز فرمائیں ، انہوں نے اپنے سینۂ مبارک سے ابوذر کو لگا کر عشق وعرفان کے کیا کیا گنجینۂ گرانمایہ نہ انڈیل دیئے ہونگے ، یہ کچھ إنّما انا قاسمٌ واللہ معطی ، کے مصداق سرکار ہی جانیں یا جنہیں بخشا گیا وہ ہی سمجھیں ۔

مصطفٰے کا سینہ ہے گنجینۂ عرفانِ حق
عکس سے جس کے منور ہیں دلِ مردانِ حق
خلوت وجلوت میں ہوں ، بازار ہو یا دار ہو
حق نیوشی ہر جگہ ہے طُرۂ یارانِ حق

ایک غیبی خبر :۔ ایک بار آپ بہت رات گئے تک خدمتِ نبوی میں مصروف رہے پھر مسجد میں آکر سو رہے ' کچھ دیر بعد رسولِ گرامی وقار ، دردمندوں کے غم گسار ، غلاموں کے آقائے والا تبار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خادم کے پاس تشریف لائے دیکھا ابوذر سو رہے ہیں آپ نے اشارہ سے بیدار کیا ابوذر گھبرا کر اٹھ بیٹھے ، باتیں شروع ہوئیں ۔

اے ابوذر اس روز کیا کرو گے جب اس مسجد سے دور کئے جاؤ گے ؟

یا رسول اللہ ! اپنی تلوار سونت لوں گا اور جو مجھے نکالے گا اسکی گردن اُڑا دوں گا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور دُعا فرمائی ،

" اے خدا ابوذر کو معاف فرما " پھر فرمایا :۔ ابوذر ایسا نہیں کرنا جو تجھ پر حاکم ہو اس کی اطاعت کرنا اگرچہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کے ناک کان اکھڑے ہوں اسکی اطاعت کرنا وہ جدھر کھینچے اُدھر کھنچ جانا جدھر ہانکے ، ادھر چلے جانا ۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشاری :۔

سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے قلبی تعلق کی بنیادیں اتنی گہری تھیں کہ حضور آپ کو اسرارِ خاص کا محرم بھی بناتے تھے اس لئے آپ کو صاحبِ سرالنبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی کہتے ہیں۔

جب آپ سے کوئی حدیثِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے کی خواہش کرتا تو فرماتے کہ میرے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جو اسرار بتائے ہیں وہ نہیں بتاؤں گا ہاں ان کے سوا جو پوچھنا چاہو پوچھو!

بارگاہِ رسالت میں آپ کو یہ بھی اعزاز ملا کہ سیدِ عالمیاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر اپنے ہمراہ آپ کو بٹھایا، گویا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روافت کا بھی شرف نصیب ہوا اور ایسے خوش نصیب صحابہ میں بہت کم ہی ہیں۔

حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر کو غزوۂ ذات الرقاع کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام امام بھی مقرر فرمایا تھا۔ اسی تقرب اور نزدیکی کا اثر تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ابوذر کی زندگی گویا محرومیوں کا مرقع بن گئی۔

آپ جب بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے تو حبیبی اور خلیلی یعنی میرے دوست، میرے پیارے کہہ کر ذکر کرتے چنانچہ بطورِ نمونہ ایک حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ اور اپنے قلوب کو نور سے بھر لیجئے :۔

"اوصانی حبیبی بثلاث بصلوٰۃ الضحیٰ والوتر قبل النوم والصیام ثلاثۃ ایامٍ من کل شھر"

(مسند احمد صہ۱۹۷ ج ۵)

"میرے محبوب نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی، چاشت کی نماز، اور وتر سونے سے قبل پڑھنے کی اور ہر ماہ تین روزے رکھنے کی"

فائدہ :۔ آپ کی مرویاتِ احادیث کی تعداد ۲۸۱ ہے ان میں ۱۲ متفق علیہ ہیں اور ۲ میں بخاری اور ۷ میں مسلم منفرد ہیں۔

آپ سے خالد بن وہبان، زید بن وہب جہنی، خرشہ بن حُر، جبیر بن احنف بن قیس، عبداللہ بن صامت، زید بن ذبیان، عبداللہ بن شقیق عمرو بن میمون، عبداللہ بن غنم، قیس بن عباد، مرشد بن مالک بن زبید وغیرہم نے روایتیں کی ہیں۔

(تہذیب الکمال صہ۴۳۹، تہذیب التہذیب صہ۹۰ ج ۲)

علم وفضل :- حضرت ابوذر علم وفضل میں جلیل القدر صاحب الافتاء صحابہ میں شمار ہوتے ہیں حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو علوم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین ہیں وہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

"ابوذر نے اتنا علم حاصل کر لیا ہے کہ لوگ اس کے محفوظ کرنے سے عاجز تھے اور اس تھیلی کو اسطرح بند کر دیا کہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا" (الاستیعاب ص۶۶۵ ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو علم وفضل میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے برابر سمجھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ ص۱۵ ج ۱)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر باشی اور ہر چیز کے بارے میں سوال کرتے رہنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا اسطرح آپنے علوم کا گنجینہ سمیٹ لیا تھا۔ اور حضور کے فرامین کی اشاعت اور احکامات کے پھیلانے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ایک بار ایک شخص نے آپ سے پوچھا محصلین نے صدقہ کی رقم میں اضافہ کر دیا ہے کیا ہم ایسی حالت میں بقدر زیادتی مال چھپا سکتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ ان سے کہو جو واجبی ہو اس کو لیں اور جو زیادہ ہو اس کو واپس کر دیں۔ اگر اس سے بھی وہ زیادہ لیں تو قیامت کے دن وہ زیادتی تمہارے میزان میں کام آئے گی ان کا یہ فتویٰ ایک قریشی نوجوان کھڑا سن رہا تھا۔ بولا: آپ فتویٰ کیوں دیتے ہیں کیا امیر المومنین نے آپ کو فتویٰ کا اختیار دیا ہے۔

حضرت ابوذر نے فرمایا کیا تم میرے نگہبان ہو اس ذات کی قسم جس کے

قبضہ میں میری جان ہے اگر میری گردن پر شمشیر رکھ کر بھی کچھ کہو اور مجھے یقین ہو جائے کہ گردن کٹنے سے پہلے میں نے جو کچھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے اس میں سے کچھ سُنا سکوں تو ضرور سُناؤں گا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۱۶ ج ۱)

ابن زیاد جب کوفہ کا گورنر بنایا گیا تو اپنے پیش رو صالح امراء کے خلاف جماعت کی نماز میں تاخیر کرنے لگا اس کے بارے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبداللہ بن صامت نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں کیا کریں اپنی نمازیں مؤخر کریں تاآنکہ مکروہ وقت آجائے۔ عبداللہ بن صامت نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی حضرت ابوذر نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمانے لگے۔ "سنو! میں نے اپنے خلیل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تھا کہ ایسی صورت میں میں کیا کروں گا تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا :-

صل الصلوٰۃ لوقتھا فان ادرکت فصل معھم ولا تقل انی صلیت فلن اصلی معھم

تم اپنی نماز وقت پر پڑھ لینا اب اگر ان لوگوں کے ساتھ بھی نماز کا موقع آجائے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا اور یہ نہ کہو کہ میں تو پڑھ چکا ان کے ساتھ نہ پڑھوں گا

(مسند احمد ص۱۵۶ ج ۵)

فضائل و خصائل :۔

آپ کے زہد و ورع کی تعریف خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائی ہے ارشادِ رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے

"من سرہ ان ینظر الی زھد عیسٰی بن مریم فلینظر الی ابی ذر"

جو حضرت عیسٰی بن مریم علیہم السلام کے زہد و پارسائی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ ابوذر کو دیکھ لے"

معاش کی ضرورتوں کے پیشِ نظر ایک روز حضرت ابوذر حضور اقدس صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض لے کر حاضر ہوئے کہ حضور مجھے کسی جگہ کا عامل بنا دیں۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں کمزور پاتا ہوں،

"وانی احب لک ما احب لنفسی لا تامرنّ علی اثنین ولا تولین مال الیتیم (طبقات ابن سعد ص۱۷۱ ج۴)

اور میں تمہارے لئے اسی بات کو پسند کرتا ہوں جو مجھے اپنے لئے پسند ہے ہرگز تم دو آدمیوں کے بھی کبھی امیر نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کی تولیت قبول کرنا،"

حضرت ابوذر کو سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس سانچہ میں ڈھالا تھا وہ اس خاکے کا ذکر فرمایا کرتے تھے آپ کہا کرتے :۔

"میرے خلیل صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے ملتا جلتا رہوں اور فرمایا میں اپنے سے کم رتبہ لوگوں پر ہمیشہ نظر کروں

اور اپنے سے بلند مرتبہ پر نگاہ نہ ڈالوں۔"

آیئے اسی لقب حکیم دانا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اندازِ موعظت تو ملاحظہ فرمایئے خود جنابِ ابوذر کا بیان ہے :۔

"مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلایا اور فرمایا کہ کیا تم ایسی بات پر بیعت کرو گے کہ اس کے بعد تمہارے لئے جنت ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اور ہاتھ بیعت کیلئے بڑھا دیئے "آپ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں تم سے عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم کسی آدمی سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا حتٰی کہ اگر تمہارے گھوڑے سے کوڑا بھی نیچے گر جائے تو اتر کر خود لینا دوسرے سے نہ مانگنا،"

ابوذر رضی اللہ عنہ کو فقرِ محمدی کا کامل آئینہ بنانے کیلئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں قیمتی نصائح فرمائے اور ابوذر جیسے جوہرِ قابل نے ان کو زندگی میں خوب خوب اُتار بھی لیا۔ ابوذر کا بیان ہے :۔

"مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا راستے سے ہڈیاں اٹھا کر پھینک دینا بھی صدقہ ہے کسی بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتانا بھی نیکی ہے کسی کمزور آدمی کی مدد کرنا، اس کے کسی کام میں ہاتھ بٹا دینا بھی صدقہ ہے اور تیرا اپنی بیوی کیساتھ ہمبستری کرنا بھی صدقہ ہے۔"

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں سخت متعجب ہوا کہ آدمی اپنی بیوی سے خواہشات کی تکمیل پر کیسے ثواب پائے گا تو بتایا گیا کہ اگر تم اس خواہش کی تکمیل کسی ناجائز جگہ کرتے تو کیا یہ جرم اور گناہ نہ ہوتا ابوذر نے کہا کیوں نہیں ؟

ارشاد ہوا صرف گناہوں کا خیال کرتے ہو اور نیکیوں کا نہیں کرتے"۔

:۔ اصدق المومنین :۔

ان تمام تربیتی فرامین کے ملاحظہ کرنے کے بعد ابوذر کیا بن کر کیسے نکھر کر اور کن زیوراتِ اخلاق سے سنور کر اُبھرے اسے خود زبان وحی ترجمان سے سماعت کیجئے۔

"مَا اظلت الخضراءُ ولا اقلت الغبراءُ علیٰ ذی لھجۃٍ اصدق من ابی ذر" (ترمذی شریف باب المناقب ابی ذر)

کسی زبان والے پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور نہ ہی زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو"

نمونۂ فقرِ محمدی :۔ آپ کو دربارِ رسالت سے اصدق کا لقب مل رہا ہے اور عملی زندگی میں سرکار کے بعد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آئینۂ فقرِ محمدی بن کر زندہ رہے۔ سادگی کا یہ حال کہ لباس کی بھی پرواہ نہیں کبھی صرف کمبل سے ہی جسم کی پوشش کر لیتے تھے اور اس معاملہ میں ملامت گردوں کی ملامت بھی ان پر اثر انداز نہ ہوتی۔ کبھی عمدہ جوڑا زیب تن ہوتا اور کبھی فقر کی گدڑی میں ہی لپیٹ رہتے۔ بال پریشان رہتے داڑھی الجھی رہتی کوئی اس حال میں دیکھتا تو نہلا دھلا کر کپڑے بدل دیتا۔ رنگ گندمی تھا جو اسی حالتِ جذب میں دھوپ وغیرہ سے سیاہ ہو گیا تھا ٹاٹ کا بستر تھا کسی نے پوچھا آپ نرم گدا کیوں نہیں بنوا لیتے ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے " یا اللہ دنیا میں جو چیز بھی تو نے اپنی مرضی سے عطا کی

ہیں اُن کے متعلق بھی مغفرت کا طلبگار ہوں۔

ایثار کا جذبہ :۔ لباس وغیرہ کی پرواہ نہیں تھی، جیسا ملتا پہن لیتے ایک دن بدوؤں کا سا کمبل اوڑھ رکھا تھا کسی نے پوچھا "کیا آپ کے پاس کوئی اور کپڑا نہ تھا؟ فرمایا اگر ہوتا تو تم ضرور اس کو میرے جسم پر دیکھتے" اس نے کہا دو دن ہوئے میں نے آپ پر نہایت عمدہ جوڑا دیکھا تھا۔ فرمایا" تھا تو سہی لیکن میں نے ایک محتاج کو دے دیا"

اُس نے کہا آپ سے زیادہ محتاج کون ہو سکتا ہے؟

آپ اس پر جلال میں آگئے اور سخت لہجے میں فرمایا" خدا تجھے بخشے تو نے دنیا کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا ہے کیا میرے جسم پر یہ چادر نہیں۔ اس شخص کے پاس تو یہ بھی نہ تھی۔ پھر فرمایا اے شخص میرے پاس بکریاں ہیں جن کا میں دودھ پیتا ہوں میرے پاس گدھے ہیں جو بار برداری کے کام آتے ہیں۔ غلام ہیں جو میری خدمت کرتے ہیں اور عید بقر عید کیلئے ایک ایک عباء بھی میرے پاس زائد ہے بس تم خود انصاف کرو کہ ان نعمتوں سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہو سکتی ہے بلکہ عباء کے بارے میں ڈرتا ہوں کہ مجھ سے اس بارے میں باز پرس نہ کی جائے۔

:۔ کیفیتِ مجذوبانہ :۔

آپ کا جذب ہمارے مجذوبوں کی طرح نہیں تھا کہ نہ حقوق العباد کا خیال اور نہ حقوق اللہ کا دھیان نہ فرائض کی فکر نہ سنتوں کی پرواہ نہ ستر کا ہوش نہ حلال و حرام کی تمیز ان کا جذب ایسا نہیں تھا کہ نماز، روزہ اور دیگر

شرعی امور سے آزاد ہو گئے ہوں بلکہ وہ ایسے مجذوب تھے جو ہمارے بڑے بڑے عاقلوں سے زیادہ عاقل اور باہوش تھے فرائض میں تو کسی قسم کی کوتاہی ان سے قطعاً ثابت نہیں نوافل وغیرہ میں کچھ بے ضابطگیاں ہو جایا کرتی تھیں۔ مثلاً رکوع پر رکوع کرتے جاتے تھے یا سجدوں پر سجدے ہی کرتے جاتے تھے اس کے باوجود کہ وہ بعض اوقات بے خود ہو جاتے تھے۔ محمدی جذب کا اثر تھا کہ اپنے محبوب کی اداؤں کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔

:- حکایت :-

ایک مرتبہ کسی بات پر غصہ آ گیا تو بیٹھ گئے۔ پھر فوراً ہی کیچڑ سے بھری زمین پر لیٹ گئے۔ پوچھا گیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟

فرمایا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کسی کو غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیئے کہ بیٹھ جائے کہ اس سے غصہ جاتا رہتا ہے ورنہ پھر لیٹ جائے۔

حکایت :- ایک مرتبہ ایک غلام جو حکومت کی طرف سے امام مقرر تھا کی امامت میں نماز ادا کرلی کیونکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اگر تم پر حبشی غلام بھی مقرر کر دیا جائے تو اس کی اطاعت کرنا۔

:- زھد ابوذر رضی اللہ عنہ :-

آج کل زہد و تقویٰ اس کا نام ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صحراؤں اور جنگلوں میں نکل جانا چاہیئے، جو جتنا رشتہ داروں، محلے داروں اور آبادی سے دور ہو گا اتنا ہی زاہد سمجھا جائے گا۔ اور جتنا بدحال اور اپنے میں مست ہو گا

اتنا ہی پہنچا ہوا ہو گا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی ہے راستوں سے ہڈیاں اٹھانا بھی صدقہ ہے، کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونا بھی صدقہ ہے ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسی تعلیم کی بنا پر شادی کی تھی اور ہر وقت اپنی بیوی کو ساتھ رکھتے تھے۔ اور سرکاری بیت المال سے جو وظیفہ ملتا تھا اس میں سے سال بھر کی ضروریات خرید کر باقی رقم فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے اگر سونے چاندی کے سکے ہوتے تو انہیں پیسوں میں تبدیل کر لیتے کیونکہ انہوں نے اپنے خلیل سے سُنا تھا:-

" جس نے سونے چاندی پر گرہ لگائی وہ اس کے مالک کے لئے انگارے ہیں"

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :- جب بھی حدیثِ جاناں کا ذکر کرتے تو فرماتے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت کی ہے "میں نے اپنے دوست سے سُنا ہے" احنف بن قیس راوی ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں انہیں ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سُنا صرف اتنا کہتے ہی مجھے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی، چیخ مارتے پھر کہتے مجھے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اور چیخ مارتے پھر یہی کہتے۔ حتیٰ کہ چوتھی بار ضبط کر کے حدیث بیان کی۔

ایک مرتبہ خیال آیا کہ دنیا میں تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لیتے ہیں مگر آخرت میں کیا ہو گا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہشت میں ہوں گے اور میرا وہاں جانا نہ جانا مشکوک ہے۔ تو اتنے زیادہ مضطرب ہوئے کہ سیدھے آستانہ عالیہ پر پہنچے۔ جواب ملا "تم اسی کے ساتھ رہو گے جسے چاہتے ہو۔

جو بات ایک مرتبہ اپنے محبوب سے سن لی عمر بھر اس کو نبھا دیا اسی لئے وصالِ نبوی کے بعد خود کو اسی حالت پر رکھا جس حالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں چھوڑ گئے تھے۔ ؎

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے سلسلے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائیگا

غیرت وحمیتِ دینی کے نمونے :۔

(۱) ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری یمن کے گورنر تھے۔ حضرت ابوذر سے ملنے گئے تو ان کی کمر سے چمٹ گئے۔ اور کہتے جاتے تھے میرے بھائی مرحبا، میرے بھائی مرحبا، لیکن یہ کہتے جاتے تھے ہم سے دور رہو ہم سے دور رہو۔ دیر تک یہی سلسلہ جاری رہا لیکن بعد میں راضی ہو گئے۔

ایک مرتبہ مسئلہ کنز پر حضرت معاویہ سے بھی بگڑ گئے۔ اسی مسئلہ پر ایک مرتبہ لاٹھی اٹھائی اور کعب احبار رضی اللہ عنہ کا سر پھوڑ دیا۔ صرف لوگوں سے بگڑتے ہی نہیں تھے بلکہ محبوبانہ انداز میں مسکراتے بھی تھے۔

مزاحِ ابی ذر رضی اللہ عنہ :۔ آپ کبھی مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان کا نام لے کر کسی نے پوچھا کہ آپ ابوذر ہی ہیں تو فرمایا

"ہاں میری بیوی کا بھی یہی خیال ہے"

فائدہ :۔ سائل کے جواب میں صرف نعم "ہاں" کہدینا کافی تھا صرف بات کو رنگین بنانے کیلئے فرمایا ہاں میری بیوی کا بھی یہی خیال ہے۔ ایک طرف بات رنگین بن گئی اور دوسری طرف سائل سے مزاح بھی فرمایا اسطرح سے اجنبی کا متکلم سے انس بھی بڑھتا ہے اور اجنبیت دور ہوتی ہے پھر بلا تکلف ایکدوسرے سے گفتگو ہوتی ہے یہ بھی حسنِ خلق کا ایک طریقہ ہے مزاح جائز ومباح اور حرام ومکروہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ اسلامی پہیلیاں میں پڑھی جاسکتی ہے۔

تربیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم :۔ ویسے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت کی بدولت ہر صحابی رضی اللہ عنہ جملا اغواث واقطاب کے سرتاج تھے لیکن بعض خوش قسمتوں پر خصوصی توجہ کرم ہوئی ان میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بھی ہیں ان کی تربیت کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔۔۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا کہا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ابوذر تم میں جاہلیت ہے وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو اسے بیچ دو اور خلقِ خدا کو عذاب نہ دو۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

فائدہ :۔ اس کے بعد آپ کا یہ حال ہو گیا کہ خوراک وپوشاک وغیرہ سے آقا وغلام کا فرق ہی مٹا دیا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آقا کون ہے اور غلام کون ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کو خصوصی حکم :۔

۱۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔ میرے خلیل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے ملتا جلتا رہوں اور فرمایا میں اپنے سے کم رتبہ لوگوں پر ہمیشہ نظر کروں اور اپنے سے بلند مرتبہ لوگوں پر نگاہ نہ ڈالوں۔

۲۔ نیز حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور فرمایا کیا تم ایسی بات پر بیعت کرو گے کہ اس کے بعد تمہارے لئے جنت ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اور ہاتھ بیعت کیلئے پھیلا دیئے۔ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم کسی آدمی سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا حتیٰ کہ اگر تمہارے گھوڑے سے کوڑا بھی نیچے گر جائے تو اتر کر خود لینا دوسرے سے نہ مانگنا۔

نتیجۂ تربیت :۔

ظاہر ہے کہ تربیت کنندہ جتنا کامل تر ہوگا تربیت یافتہ بھی کامل واکمل ہوگا۔ ہر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تربیت نے گوہر آبدار بنا دیا لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خصوصی رنگ میں رنگے گئے۔

فائدہ :۔ آپ اکثر سواری گدھے پر کرتے، زمین پر آپ نے کبھی مکان کیلئے دیوار نہ بنائی، ہمیشہ کمبل کے خیموں میں رہائش اختیار کرتے، مدینہ شریف شام یا زبدہ جہاں بھی رہے یہی آپ کا مکان ہوتا بستر ہمیشہ ٹاٹ کا ہوتا جس پر ہمیشہ یہ اصدق المسلمین آرام فرماتے۔ آپ کا اصل طرۂ امتیاز نسبتِ

رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد کسی لمحہ بھی آپ نے مجروح نہیں ہونے دیا اپنی زندگی کو جس صبغت اللہ میں آپ نے رنگین کیا تھا وہی رنگ اب سارے زمانے پر غالب کر دینا چاہتے تھے احقاقِ حق اور ترویجِ سنت کا فریضہ آپ نے تادمِ حیات سرانجام دیا۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عظیم تلمیذ کو اس کی زندگی کے مختلف مراحل کیلئے خطوطِ عمل مرتب کرا دئے تھے۔

غیبی خبر :۔

"مسندِ احمد میں ہے کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرما دیا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی جبل سلع "تک" پہنچ جائے تو تم شام کیطرف کوچ کر جانا"

اس سے پہلے ابوذر رضی اللہ عنہ دمشق میں تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ بلایا تو انہوں نے دیکھا کہ مدینہ شہر کی آبادی بڑھ کر کوہ سلع "تک" پہنچ چکی ہے یہ دیکھتے ہی آپکی زبان سے نکلا۔

"بشر اهل المدينة لغارة شعواء وحرب تذكار"

(کامل ابن اثیرہ صفحہ ۴۳ ج ۴) "خبر دے دو مدینہ والوں کو ایک تباہ کن غارت گری کی اور یاد رہ جانے والی جنگ کی"

آپ شام کی جانب چلے گئے

علم غیب پر عقیدہ کی پختگی :۔ سنتِ نبویہ کی نوک پلک میں جہاں کہیں بھی ناہمواری آتے ہوئے دیکھتے آپ بڑی شد و مد سے اس کے خلاف

آواز بلند کرتے اور اصلاح کی جانب لوگوں کو بُلاتے ۔ شام کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد ایک موقع پر آپ نے فرمایا :۔

"خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ سچائی بجھ رہی ہے اور جھوٹ زندہ کیا جا رہا ہے ۔ سچے جھٹلائے جا رہے ہیں ، بغیر تقویٰ کے لوگ خود غرضیاں اختیار کر رہے ہیں ،، (البلاذری صہ ۵۶ ج ۷)

حق گوئی :۔ البلاذری لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے دمشق میں اپنی "الخضراء" نامی عمارت بنوائی تو اسی دوران ابوذر ان کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا "تم یہ جو محل بنوا رہے ہو ظاہر بات ہے کہ خیانت ہے اور اگر اپنے ذاتی سرمائے سے بنوا رہے ہو تو اسراف کر رہے ہو ۔

اسی طرح کچھ لوگوں نے حضرت ابوذر سے کہا کہ امیر معاویہ بیت المال کے خزانہ کو خدا کا مال کہتے ہیں ،، حضرت ابوذر کو پتہ چلا تو پہنچ گئے اور ان سے فرمایا "مثلاً ہے تم مسلمانوں کے مال کو خدا کا مال کہتے ہو "

امیر معاویہ : خدا آپ پر رحم کرے کیا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں مال جس کے پاس جو بھی ہے اللہ کا نہیں ہے پھر کس کا ہے ؟

ابوذر ! ایسا نہ کہا کرو مسلمانوں کے خزانہ کو مسلمانوں کا مال کہو خدا کا تو سب کچھ ہے ۔

فائدہ :۔ حضرت ابوذر کے مصاحبین میں سے ایک کا بیان ہے کہ خود ان کا یہ حال تھا کہ اگر ان کا کل اثاث البیت اگر جمع کیا جاتا تو اس شخص کی چادر کے دام کا نہ نکلتا (اور قریب کے ایک آدمی کی چادر کی طرف اشارہ کیا)

جعفر مہران بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے گھر کا کل سامان دو درہم سے زیادہ کا نہیں تھا (ابن سعد صہ ۱۶ ج ۴)

ایک بار شام کے امیر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تین سو اشرفیاں بھیجیں کہ وہ اپنی ضرورت میں خرچ کریں ، انہوں نے کہا "کیا اسے میرے سوا کوئی نہیں ملا تھا جسے وہ دھوکہ دیتا ۔ ہمیں تو محض سر چھپانے کو سایہ ، دودھ کیلئے بکریاں اور خدمت کیلئے ایک لونڈی چاہیئے ۔ اس کے سوا جو بھی ہوگا وہ ضرورت سے زیادہ ہوگا (حلیۃ الاولیاء صہ ۱۶۲ ج ۱)

۔ نصائح ابوذر رضی اللہ عنہ :۔

خود ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

۱۔ دو ناپسندیدہ چیزیں میرے لئے کس قدر خوش آئیند ہیں وہ ہیں موت اور فقر "

۲۔ آپ فطرتاً عزلت نشینی کو پسند فرماتے تھے ۔ عہد رسالت کا پاکیزہ ترین زمانہ گذر جانے کے بعد آپ اکثر پُر فکر رہتے اور غم یار میں غمگین آپ کی اہلیہ صاحبہ سے کسی نے آپ کے احوال دریافت کیئے تو انہوں نے بتایا کہ "کان النهار جمع يتفكر" دن بھر تصور و فکر میں گذرتا ۔

۲۔ عمران بن حکام نامی ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک مسجد میں تنہا نشین دیکھا تو پوچھا کہ آپ نے تنہائی کیوں اختیار کر لی فرمایا " میں نے اپنے خلیل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ تنہائی بُرے ہمنشین سے بہتر ہے "

۴۔ آپ نے فرمایا "لوگ موت کیلئے پیدا ہوتے ہیں، ویران ہونے کیلئے آباد کرتے ہیں فنا ہونے والی چیزوں کی حرص و طمع کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں کو ترک کرتے ہیں"

ابو اسماء رحبی روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوذر سے ملاقات کرنے کیلئے ربذہ گئے اور اپنی اہلیہ کیطرف رُخ کر کے کہنے لگے "یہ عورت مجھ سے کہتی ہے کہ عراق جاؤ اس لئے تاکہ میں وہاں جاؤں گا تو لوگ مجھ کو دنیا کی دولت دیں گے اور میرے خلیل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ جہنم کے پُل کے سامنے پیر پھیلانے والا راستہ ہے اور تم لوگوں کو اسپر سے گذرنا ہے اسلئے بوجھ ہلکا ہی رکھنا چاہیئے۔ (ابن سعد صفحہ ۱۶۴ ج ۴)

حکایت :۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنی صاف گوئی میں بڑی سے بڑی شخصیتوں کو بھی درخور اعتنانہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابودرداء کو انہوں نے دیکھا کہ مکان تعمیر کروا رہے ہیں، فرمایا "آخر تم لوگوں کی گردنوں پر پتھر امدوایا" ابودرداء بولے ارے بھئی میں تو ایک مکان بنوا رہا ہوں" مگر وہ بار بار وہی جملہ دہراتے رہے۔

ابودرداء نے کہا کہ شاید آپ کو میرا یہ مکان بنوانا اچھا نہ لگا؟ ابوذر نے جواب دیا "کاش میں تمہارے پاس سے گذرتا اور تم کو گھر کی دہلیز پر پاتا یہ اس سے بہتر ہوتا جس حال میں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔

حکایت :۔ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آپ نے ایک تلوار دیکھی جس کے قبضہ پر کچھ چاندی لگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر بولے

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے :۔

"جس نے پیلے اور سفید سونا چاندی سے چھیڑ کی انہی سے قیامت میں داغا جائے گا" ابوہریرہ نے فوراً وہ تلوار پھینک دی۔

یہ واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں اس دیوانۂ رسول، شیدائے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر مقام تھا وہ سب محسوس کرتے تھے کہ ابوذر جو کچھ کہتے ہیں وہ سب صحبتِ رسول کی سرمستیوں کا اثر ہے۔

فن نحو کے امام ابو الاسود دئلی نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سچ فرمایا :" زرت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما رأیت لابی ذر شبیھا"، (مسند احمد صفحہ ۱۶۴) حضور کے صحابہ کی میں نے زیارت کی ابوذر جیسا کوئی نہ دیکھا"۔

حکایت :۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری جو یمن کے گورنر تھے مدینہ آئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی ابوذر ان پر خفا ہوگئے ابوموسیٰ اشعری ان کی کمر سے لپٹ گئے اور مرحبا یا اخی مرحبا یا اخی ! کہتے جاتے تھے اور دوسری طرف حضرت ابوذر کی زبان پر تھا "الیک عنی الیک عنی" مجھ سے دور رہو مجھ سے دور رہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے جب انہیں برہم دیکھا تو کہا دور کیوں رہوں! تم میرے بھائی ہو" آپ نے فرمایا اب تم میرے بھائی کہاں رہے، تم سے

برلوری اسوقت تک نخی حب تم عامل نہیں ہوئے تھے ۔ بہرحال دیرتک یہی کشمکش رہی پھر کہیں جاکر نرم ہوئے اور رحمت ورافت اور محبت کی فطری مسکراہٹ سے پیش آئے (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۶۰ ج ۱)

اجتہادِ ابی ذر رضی اللہ عنہ :۔

نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی مجتہد تھا لیکن ضروری نہیں کہ وہ اجتہاد امت پر بھی ضروری ہو ، تعلیم نبوی کی معجزانہ اثرانگیزی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے دل سے سونے ، چاندی ، زروجواہر ، مال ومتاع ، جاہ وجلال ، منصب وعزتِ ظاہری کی محبت کو دھو دیا تھا وہ دنیا میں عہد رسالت کی سادگی کو رواج دینا چاہتے تھے ۔ جس رنگ میں خود رنگے ہوئے تھے اسی رنگ میں زمانہ کو سرشار دیکھنا چاہتے تھے ، دنیا میں لوگ بھوکے اور ننگے ہوں ، اہلِ ثروت انہیں دیکھتے ہی دولت کے انبار جمع کریں آپ اس کو ناروا سمجھتے تھے ۔ آپ امراء مسلمین کی دولت وحشمت اور شان وشوکت پر نکتہ چینی کرتے تھے ۔ آپ تمام دولت مندوں اور مالداروں کو جو جمع کنز کرتے اس آیت کے ضمن میں شمار کرتے جو آپ کا منفرد فقہی موقف ہے ۔

" والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون "

"جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنادو جس دن یہ چیزیں جہنم کی آگ میں تپائی جائیں گی پھر ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پشتیں ان سے داغی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ وہی ہے جسے تم اپنے لئے جمع کر کے رکھتے تھے پھر آج اس کا مزہ چکھو ۔"

اس آیت سے متصلاً پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے حضرت امیر معاویہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انہی کے بارے میں ہے ۔ حضرت ابوذر اسکو یہود و نصاریٰ اور اہلِ ایمان مسلمانوں کیلئے بھی سمجھتے ہیں جو دولت راہِ خدا میں دینے سے چھپاتے ہیں ۔ حضرت امیر معاویہ وغیرہ کا کہنا تھا کہ یہ حکم صرف زکوٰۃ کے متعلق ہے ۔ اس مسئلہ میں کعب احبار نے انہیں فہمائش کرنا چاہی تو ان پر لاٹھی چلادی اور غضبناک ہو کر فرمایا :

" تو اس کو کیا سمجھ سکتا ہے قیامت کے دن ایسے شخص کے قلب تک کو بچھو ڈنک ماریں گے ، " (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۶۰ ج ۱)

نظر میں بس گئی عہد نبی کی سادگی ان کو
تمول میں قرار آئے تو کیوں بوذر غفاری کو
دمِ آخر نبی نے جن کو چمٹایا ہو سینے سے
بھلا خاطر میں وہ کسطرح لائے دنیاداری کو

کامل ابن اثیر میں ہے کہ امیر معاویہ نے بطور آزمائش ایک شب ایک شخص کے ہاتھ ایک ہزار اشرفیاں دے کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے

کے پاس بھیجا اور اسی شخص کو صبح فجر کی نماز کے بعد پھر بھیجا اور کہا کہ جا کر ان سے کہو کہ مجھ سے غلطی ہوئی امیر معاویہ نے کسی اور کو دینے کیلئے بھیجا تھا، میں بھول میں آپ کو دے گیا۔ وہ اشرفیاں مجھے واپس دے کر مصیبت سے رہائی بخشئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹا تمہاری اشرفیاں تو اتوں رات ہی ان کے حقدار غرباء اور مساکین کو بھیج دی گئیں، میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ امیر معاویہ سے کہنا اگر وہ کہیں تو تین روز کا موقع دیں تاکہ میں کہیں سے انتظام کر سکوں۔ امیر معاویہ نے سن کر اقرار کیا بیشک ابوذر جو کہتے ہیں وہ کرتے بھی ہیں (کامل ابن اثیر صـ۴۲ ج ۲)

مکالمۂ عثمان و ابوذر رضی اللہ عنہما

:۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو کچھ کہتے اور کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت میں کرتے تھے اور یہ حکم رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہی تابعداری تھی کہ اطاعت امیر کا بھی پورا حق ادا کرتے تھے۔

کسی طرح آپ کو شبہ ہوا کہ امیرالمومنین سرکار ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کچھ ناراض ہیں فوراً چل پڑے اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کو ہمراہ لے کر در دولت پر جا پہنچے۔ عام طور پر امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ میں جس راہ سے لوگ نہیں جایا کرتے تھے آپ اسطرف سے یکایک پہنچے، السلام علیکم کے بعد بلا لومۃ لائم کہنے لگے۔

"اے امیرالمومنین کیا آپ مجھے بھی ان لوگوں مفسدوں میں سمجھتے ہیں قسم خدا کی نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں اور نہ ان لوگوں کو جانتا ہوں کہ وہ کون ہیں؟ ان کی علامت تو گھٹے ہوئے سر ہیں۔ وہ دین سے اسطرح دور ہوں گے جسطرح شکار کو تیر توڑ کر نکالا جاتا ہے اگر آپ مجھے پالانوں کی لکڑیوں میں لٹکنے کا حکم دیں تو میں ابھی لٹک جاؤں گا اور لٹکا رہوں گا جبتک کہ آپ چھوڑنے کا حکم نہ دیں۔ اسی طرح اگر آپ فرمائیں کہ کھڑا ہو جا تو میں ہرگز بیٹھ نہیں سکتا تاوقتیکہ آپ بیٹھنے کو نہ کہیں"۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اٹھے اور لپٹا کر اپنے قریب بٹھا لیا۔ (ابن سعد صـ۱۶۶ ج ۴) ؎

تم سے گلے مل گئے گلہ نہ رہا
دل کا اب کوئی مدعا نہ رہا

حکایت :۔ جن دنوں آپ زبدہ میں قیام پذیر تھے ابن سبا فتنہ پرداز آپ کے پاس پہنچا اور آپ کو سیدھا سادہ سمجھ کر امیرالمومنین کے خلاف اکسانے اور بھڑکانے کی باتیں کرنے لگا۔ اس کی سب سننے کے بعد آپ نے جواب دیا

"مجھ پر یہ باتیں پیش نہ کرو۔ اپنے امیر کو ذلیل کرنے کی سعی نہ کرو جس نے ایسا کیا اس کے لئے توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم عثمان مجھے اونچی سے اونچی لکڑی اور بلند پہاڑ پر چڑھا کر پھانسی بھی دیں تو اسے قبول کروں گا، صبر کروں گا اور خدا سے ثواب کی امید رکھوں گا اور اسی کو اپنے لئے بہتر سمجھوں گا،،" (ابن سعد صـ۱۶۶ ج ۴)

حکایت :۔ ایک حج کے دوران منیٰ میں شورش ہوا کہ امیرالمومنین نے

قصر کی بجائے پوری نمازیں پڑھیں " چونکہ یہ حضور اور شیخین کے طریقے کے خلاف تھا اسی لئے خبر گرم ہوگئی وجہ دراصل یہ تھی کہ یمن کے بعض بدوؤں نے منیٰ کی قصر نمازوں کی بنیاد پر گنواروں میں مشہور کر دیا تھا کہ اب چار رکعت والی نمازیں دو دو ہوگئی ہیں اور امیر المومنین نے امسال منیٰ میں نکاح بھی کیا تھا اس لئے اقامت کی نیت کرکے پوری نماز ادا فرمائی مگر سب کو حقیقت حال فوراً کیسے معلوم ہوتی ۔

حضرت ابوذر کو پتہ چلا تو جلال میں آگئے اور کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ منیٰ میں ہمیشہ دو رکعت (قصر) پڑھیں سننے والوں نے سخت کلام سنا اور تیور دیکھا تو خیال کیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہی کریں گے ۔

مگر جب آپ نماز کیلئے اٹھتے تو خود بھی چار رکعت ہی ادا فرماتے لوگوں نے آپ سے پوچھا آپ نے خود تو ایسا کہا اور خود چار رکعتیں پڑھیں، اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔

" مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ایک امیر ہونے والا ہے دیکھو! اس کو کبھی رسوا نہ کرنا جس نے اسے ذلیل کرنے کے بارے میں سوچا اس نے اسلام کے طوق کو گردن سے نکال باہر پھینکا "۔ (مسند احمد ص۱۶۵ ج ۵)

غزوۂ تبوک اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ :۔

غزوۂ تبوک میں صحابہ کرام بڑی آزمائش میں ڈالے گئے صحابۂ کرام میں سے بعض اسمیں شریک ہونے سے رہ بھی گئے، کھجوروں کی فصل تیار ہونے کا

زمانہ قریب تھا صحابہ کرام دیکھ رہے تھے کوئی پیچھے تو نہیں رہ گیا، اتفاق سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک منزل پر مؤخر ہوگئے جب قافلۂ نبوی آگے نکل گیا کسی نے کہا کہ ابوذر چلے گئے، وہ تو بھاگ لئے ۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اس جانباز پر کیا اعتماد تھا یہ سوال ہی کے دل سے پوچھنے کی بات ہے آپ کو لوگوں کی یہ بات بےحد ناپسند ہوئی آپ نے لوگوں کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ ، فرمایا " جانے دو اگر اس میں خیر ہوگا تو خدائے تعالیٰ سے تم لوگوں کو ملا دے گا "۔

کچھ دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ پیچھے سے کوئی شخص سر پر تھوڑا سا سامان اٹھائے دوڑتا بھاگتا چلا آرہا ہے۔ پا پیادہ یکہ و تنہا ، ہلیتے ہانپتے کانپتے دل ، لوگوں نے خیال کیا کہ ابوذر تو اونٹ پہ سوار ہیں یہ پیدل آنے والا شخص کوئی اور ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان معجز بیان سے نکلا کن ابا ذر — ابوذر ہی ہوں ۔

اور قریب آئے تو صحابہ کرام پکار اٹھے ابوذر ہی تو ہیں ، ابوذر ہی ہیں ، معذرت خواہانہ کہنے لگے میں پیچھے رہ گیا ۔ قافلہ دور نکل چکا تھا اونٹ کو بہت چلانے کی کوشش کی جب وہ ساتھ نہ دے سکا تو اسے چھوڑ دیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا ۔

رسول غیب دان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے غلام پر پیار آگیا آپنے ارشاد فرمایا رحمہ اللہ ابا ذر یمشی وحدہ و یموت وحدہ و یبعث " اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے یہ اکیلے چلتے ہیں اکیلے مریں گے

اور اکیلے اٹھائے جائیں گے۔ ے

دیوانگیٔ عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا لیں!

تبصرۂ اویسی غفرلہٗ

(۱) :- حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوررس نگاہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی صرف تین جملوں میں بیان فرمادی "کہ اکیلے چلتے ہیں (چلینگے) ناظرین نے تفصیل پڑھی کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ہر گوشہ تنہا گذارنے میں کیسے گذرا۔

(۲) "یموت وحدہ" اکیلے مریں گے۔ آنے والے اوراق میں فقیر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے وصال کی تفصیل عرض کرے گا اسی لئے قارئین کو یقین ہونا چاہیئے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جیسے فرمایا ویسے ہی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے وصال کے لمحات معرضِ وجود میں آئے۔

(۳) قیامت میں سیدنا ابوذر رضی رضی اللہ عنہ کا تنہا اٹھنا بھی ہم آنکھوں سے دیکھیں گے۔ (انشاء اللہ تعالےٰ) اس سے اہلِ سنت کے عقیدۂ علمِ غیب کی تصدیق ہوتی ہے اسی لئے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا ع

اور غیب آپ سے کب نہاں ہو بھلا
جب خدا ہی تم سے نہ چھپا تم پہ کروڑوں درود!

:- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت :-

(از ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۹ جون ۱۹۹۰ء)

:- مناظر احسن دیوبندی :-

ہجرت کا بتیسواں سال اپنی ہستی فنا کرتے ہوئے اپنے آخیر مہینے ذی الحجہ میں قدم رکھ چکا ہے عرب و عجم کی بیشمار روحیں عشقِ الٰہی میں سرشار مست ہو ہو کر مکہ معظمہ کی وادیوں میں پھیل رہی ہیں عراق کے مسافر ذات عراق کے راستے سے زبدہ کی پر فضا منزل سے گذر کر: "لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک" کی دل گداز آوازوں سے ان دبی چنگاریوں کو بھڑکا رہے ہیں جنہوں نے ابوذر کے سینے کو آتشدان بنا رکھا تھا۔

زبدہ کے سامنے سے جو حاجی مستانہ لباس میں یا برہنہ گذرتا اگر اور کچھ نہیں کرتا تھا تو کم از کم ابوذر کے دل کو ضرور روند ڈالتا تھا۔ خصوصاً اس سال کہ تمام محروسۂ اسلام میں یہ اعلان عام طور سے شائع ہوگیا ہے کہ اس سال بھی مدینہ کا روحانی و جسمانی سلطان اپنے حقیقی مالک قدس کے آستان پر جبیں نیاز جھکانے آئے گا یعنی عام طور پر یہ خبر گرم تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس حج میں بھی شریک ہوں گے۔

دور دور سے لوگ بیک کرشمہ دو کار کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر مکہ امڈے چلے آتے ہیں کہ حقیقی و مجازی دونوں جمال و جلال کا نظارہ ایک ہی سفر میں ملتا ہے۔ مختلف ملکوں کے صوبہ داروں، والیوں کے نام بھی

پروانے جاری کیے گئے تھے کہ اس سال خدائے واحد کے دربار میں آکر بیت اللہ کے خادم عثمان سے مل جائیں۔

الغرض اس سال کی مختلف خصوصیتوں نے عشق کے بازار کو بہت زیادہ گرم و تیز کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ اسی حالت میں زبدہ کے درویش کی آگ بھی جسقدر اشتعال انگیز ہو کر بھبھک اٹھی ہوگی اس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی نتیجہ یہ ہوا کہ آخر بیماریٔ دل نے کام تمام کیا۔ مدت سے آہستہ آہستہ سلگنے والی آگ دل و جگر کے ہر ریشہ میں پیوست ہو گئی۔ جو جسمِ انسانی تھا وہ از فرق تا بقدم انگارہ اور فقط انگارہ ہو کر دہکنے لگا۔ حتیٰ کہ طاقتِ رفتار نے ساتھ چھوڑ دیا۔ قوتوں نے جواب دیا اور جو کہ سامانِ سفر میں مصروف تھا بسترِ مرض پر یاس و ناکامی کی چند ٹھنڈی یادوں کے بعد اسطرح لیٹ گیا کہ پھر کبھی نہ اٹھا۔

دنیا نے سمجھا کہ کوئی مادی بیماری ہے لیکن جنہوں نے آپ کے حالات کا مطالعہ ابتدا سے کیا تھا وہ سمجھ گئے کہ جو چرکا مکہ کے کسی جتو نے پر لگایا گیا تھا وہ اب گہرا ہو کر بیماری کی صورت میں ظاہر ہوا ہے جتیٰ کہ ضعف نے آپ کو اس درجہ مجبور کیا کہ باوجود قرب کے سب سے آگے رہنے والا سر بازار آج سب سے پیچھے رہ گیا یا رکھ لیا گیا۔ آپ جس خیمے میں بیمار ہو کر پڑ گئے تھے اسی کے سامنے روزانہ حاجیوں کا قافلہ امنگوں یا ارمانوں کے ساتھ گذرتا تھا اور آپ کے دل پر رہ رہ کر چوٹ پڑتی تھی۔ آرزوؤں کا ولولہ اٹھاتا اور تن زار کی کمزوری، گرانی، ایک عجیب کشاکش تھی، ہر بن مو سے گویا آواز

آرہی تھی ؎

بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں
طاقت بقدرِ لذتِ دیدار بھی نہیں

ضعف کا یہ حال کہ دو قدم چلنا بھی دوبھر تھا اور حسرتوں کی وہ سینہ زوریاں کہ جسطرح بھی ابراہیم کے سر پر چلنے والی تجلی یا فاران والی فارقلیط کی روح کو منور کرنے والی تجلی ایک دفعہ دل و جان پر کوند جاتی۔

لیکن جہاں صرف اپنی خواہشوں کی پابندی ہو وہاں ان باتوں کو کون پوچھے آہ ـــ! کہ جس پردۂ جلال کے ناصیہ پر "ان اللہ غنی عن العالمین" اللہ تمام عالم سے مستغنی ہے آتشیں حروف میں لکھا ہوا ہو وہاں "میں یہ چاہتا ہوں" آواز کون سن سکتا ہے۔ ابوذر نے چاہا، لیکن جسے ابوذر چاہتا تھا، اس نے نہ چاہا پھر کیا مجال تھی کہ زبدہ کا بیمار ایک قدم بھی چل سکتا۔ آخر یہی ہوا کہ بیماری اور نقاہت نے مجبور کیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس پر شوکت حج میں شریک نہ ہو سکے کیا کرتے تھک کر زبدہ کے خیمے میں پڑ رہے۔

زبدہ کے باشندے ایک تو یونہی تھوڑے تھے۔ اس پر کل سرکاری آدمی ان بیچاروں کو کیا علم تھا کہ افق غیب میں کیا مستور ہے حضرت عثمان کی آمد کی خبر سن کر وہاں کے کل آدمی مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

زبدہ بالکل خالی ہو گیا، زندہ نفوس میں وہاں صرف آپ کا ایک جسم بیمار اور آپ کے اہل و عیال رہ گئے اور بس۔ ادھر مناسک و زیارت کے دن بھی قریب آچکے تھے کہ مسافروں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی بند ہو گیا

سڑک بھی سنسان پڑی تھی۔

سبحان اللہ کسی کی زبان سے کچھ نکل گیا تھا، فقط اس کو پورا کرنے کیلئے کیا کیا سامان ہو رہے ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ دمشق سے بُلوائے جاتے ہیں، مدینہ سے ربذہ بھیجے جاتے ہیں حج کے بہانے سے ربذہ خالی کیا جاتا ہے اور آہ کہ وقت بھی وہ رکھا جاتا ہے کہ راہ کا راہی اور سڑک کا کوئی بھی مسافر میسر نہ آسکے۔

"ایں ہمہ غوغا برائے نیم جان می شود"

کہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ کی قوتوں کو مانو اور اس کے آگے سربسجود ہوجاؤ"۔

خیر جب سارا سامان تیار ہوگیا، دیکھ لیا گیا کہ شرائط جو زبان سے ادا ہوئے تھے ٹھیک پورے ہوچکے ہیں کہ یکایک اسی ہو کے میدان میں جہاں چند جانوں کے علاوہ دور دور تک شاید کوئی پر مارنے والا پرندہ بھی موجود نہ تھا، ربذہ کی صوفی، خیمہ والی کالی تیمار دار عورت یعنی ابوذر رضی اللہ عنہ کی حرم محترمہ نے ایک چیخ ماری، خدا جانے انہوں نے کیا دیکھا اور کیسے دیکھا مگر فوراً ہچکیوں میں ملی ہوئی نرم آواز میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بستر سے آواز آئی "تم کو کس نے رُلایا"؟

بیوی صاحبہ "تمہارا وقت قریب آگیا ہے اور میں عورت ہوں اتنی قوت نہیں کہ اس پتھریلی زمین میں تمہارے لئے کھود سکوں۔ اور آہ کہ گھر میں ایک دھجی بھی نہیں جس میں تمہیں لپیٹ کر دفن کرسکوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ سن کر نہایت سکون اور اطمینان کیساتھ ان

ساتھیوں کا جو اصل منشا رتھا، اس کو ان الفاظ میں ظاہر فرمانے لگے:۔

"مت رو! اس لئے نہ رو کہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اس وقت آپ نے فرمایا کہ قطعاً تم لوگوں میں سے ایک شخص چٹیل سنسان وادی میں جان دے گا جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا اور میں اس دن سے اندازہ کر رہا ہوں کہ وہاں پر جتنے لوگ موجود تھے ان میں سب کے سب کسی شہر یا آبادی میں وفات پا چکے اور اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں جو اس وقت اس وادئ بے کس میں جان جانِ جاناں کے سپرد کر رہا ہوں۔ بس جاؤ راستہ میں جاکر بیٹھو! مسلمانوں کی ایک جماعت ضرور آرہی ہوگی کیونکہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے"۔

بیوی صاحبہ:۔ خدا جانے اب لوگ کہاں سے آئیں گے حاجیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند ہوچکا ہے راستہ بالکل سنسان پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ تو سہی، جاکر دیکھو بھی تو! سمجھنے والوں کو اب جاکر معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس سے پہلے جو کچھ ہوا ہوگا ع

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کیلئے ہو رہا تھا، غفار کا بہادر جوان صید گاہِ عشق میں کودا تھا اس پر جو تیر چلایا گیا تھا آج جاکر نشانے پر بیٹھتا ہے۔

روتی دھوتی یاس و ناکامی کیساتھ آپ کی بیوی صاحبہ اٹھیں اور سڑک کے کنارے آکر بیٹھ گئیں، مایوسانہ نگاہیں افق تک پھیل کر کسی چیز کو انتہائی بے کسی کے ساتھ ڈھونڈھ رہی تھیں اور پھر ناکامیوں کے ہجوم میں واپس آجاتیں۔

یہ سلسلہ آمد و رفت کا اسطرح قائم تھا کہ یکایک مبتدا کے چہرے سے نقاب الٹا گیا اور اس کی خبر گرد و غبار کی صورت میں ایک جانب سے آگئی بیوی صاحبہ کا اس وقت کیا حال ہوا ہو گا، لکھنے کی ضرورت نہیں سوچنے کی ضرورت ہے۔ پردہ چاک ہوتا ہے اور اندر سے گردنیں اٹھائے اونٹوں کی ایک قطار انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نمودار ہوئی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ اسطرح اڑے چلے آرہے تھے کہ گویا بھاری پرندوں کی ٹولیاں زناٹے بھرتی ہوئی آرہی ہوں۔ عربی عماموں والے شتر سوار گرد و غبار میں ڈوبے ہوئے اس پر سوار تھے۔ آناً فاناً وہ لوگ بیوی صاحبہ کے سر پر پہنچ گئے ان لوگوں کی نگاہیں یکایک آپ پر پڑیں اس عالم تنہائی میں ایک عورت کا اسطرح کھڑا رہنا حیرت میں ڈال دینے کیلئے کافی تھا، نکیلیں ڈھیلی کردی گئیں اونٹ روک دئے گئے۔ جو آگے تھا اس نے آپ کو مخاطب کر کے پوچھا:۔ "بیوی صاحبہ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں" آپ پر کیا حادثہ گذرا؟ بیوی صاحبہ:۔ "مسلمانو! ایک آدمی بیچارہ مر رہا ہے خدارا اس کے دفن کا سامان کرو!"

اس کے بعد جو جملہ آپ کی زبان سے نکلا دل کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے کلیجہ پاش پاش ہو جاتا ہے، بے نیازی کی بے نیازیوں کا مرقع کچھ اسطرح آنکھوں

کے سامنے عریاں ہوتا ہے کہ دل بیٹھا جاتا ہے۔

اللہ اکبر راتوں کو پیشانی گھس گھس کر صبح کر دینے والا ابوذر، آہ کہ وہی ابوذر کہ جس نے عشق و سرمستی میں عمر کاٹ دی توحید و سنت کی اشاعت میں دربدر پھرنے والا ابوذر! محض آسمانی محبوب کی رضا جوئی میں دولت و امارت سے کنارہ کش ہونے والا ابوذر! صرف اسی کی پوجا کیلئے آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلی بکھیروں کیطرح زندگی گذارنے والا ابوذر آہ کہ وہی ابوذر آج ایک جنگل میں جان دے رہا ہے اور اسطرح دے رہا ہے کہ ان کی بیوی اللہ اللہ مسافروں کے سامنے اسلئے کھڑی ہیں کہ ان کے کفن کیلئے بھیک مانگیں۔

غنی مطلق کی استغنائے مطلق کی یہ کار فرمائیاں ہیں اس روحانی بادشاہ کی بیوی کی زبان سے یہ لفظ نکلا "مقربوں اور صدیقوں کا زہرہ آب ہو جاتا ہے"

"اس بیچارے مسلمان کے پاس کفن نہیں ہے خدارا ان کے کفن کا بھی سامان کرو! خدا کے ہاں اجر پاؤ گے"

شتر سوار نے پوچھا کہ وہ کون آدمی ہے؟

آواز آئی ابوذر صحابی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ سن کر ہوش اڑ گئے، حواس خبط ہو گئے کہرام مچ گیا، سننے والوں نے شور برپا کر دیا غل تھا کہ "وہ ان پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ وہ ان پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں"

اونٹوں کی پیٹھیں خالی ہو گئیں، کوڑے ان کی گردنوں میں لٹکا کر چیختے ہوئے گریاں و نالاں، افتاں و خیزاں، مریض کے خیمے کی طرف دوڑے۔ حضرت ابوذر

نے بیوی کو ادھر بھیج کر اپنی بچی کو پکارا اور فرمایا :۔

" بیٹی ایک بکری ذبح کر لو اور اس کے گوشت کو فوراً آگ پر چڑھا دو ، گھر میں مہمان آ رہے ہیں جب وہ مجھے دفن کر لیں تو تم ان سے کہنا کہ ابوذر نے تم لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک کھانا نہ کھا لیں اپنی سواری پر سوار نہ ہوں " اس کے بعد فرمایا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آنیوالی ہے جو کھاتی پیتی نہیں لیکن خوشبو سونگھتی ہے " ایک نافہ مشک پڑا ہوا ہے اس کو گھسا کر پانی میں لاؤ اور تمام خیمہ پر اسے چھڑک دو " عنقریب وہ آنے والے ہیں ۔

روح جسم کو چھوڑ رہی ہے سکرات کا عالم طاری ہے لیکن اسوقت بھی جو خیال عملی صورت اختیار کر رہا ہے وہ وہی ہے ۔ جو میں لکھ چکا ہوں کہ علم عمل پر منطبق ہو جائے " خلیلِ ابوذر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے کہ مہمانوں کا اکرام کیا کرو بس گویا جان نکل رہی ہے لیکن جو قول سے منجذب ہو گیا تھا اس پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے ۔

خیر یہاں تو یہ سامان ہو رہے ہیں اتنے میں آہ دیکا کی غوغا میں شتر سواروں کی جماعت خیمہ کے اندر آ گئی مسلمانوں کی اس جماعت کو دیکھ کر جاں بلب ابوذر کے بدن نے گویا ایک جھرجھری سی لی ، یکایک حجۃ الوداع کی آخری وصیتِ نبویہ " الا فلیبلغ الشاھد الغائب " دیکھو جو یہاں موجود ہے وہ غیر حاضر لوگوں کو میرا قول پہنچا دے ۔ موت کی تمام سختیوں پر غالب آ گئی ان لوگوں کو دیکھ کر فرمانے لگے

" تمہیں خوشخبری ہو تم لوگوں کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مژدہ سنا گئے ہیں " یعنی فرمایا تھا کہ " مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے کفن دفن میں شریک ہوگی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تصدیق کہ فلاں شخص مسلمان ہے یا فلاں جماعت مسلمانوں کی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ جاں بخش گراں مایہ مژدہ اور کیا ہو سکتا ہے اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔

" ایک اور مژدہ سنو ! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جن دو مسلمانوں کے درمیان دو بچے مر گئے ہوں یا تین بچے مر گئے ہوں اور ان کی موت پر انہوں نے صبر سے کام لیا ہو اور صبر پر ثواب کی امید لگائی ہو یہ دونوں ہمیشہ کیلئے آگ کے شعلوں سے جدا ہو گئے "

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ، جو یہ حدیث بیان فرمائی عموماً اس پر برانگیختہ کرنیوالا تبلیغ کا جذبہ دیرینہ تھا تاہم یہ بات البتہ قابلِ غور ہے کہ آپ نے خاصکر اسی روایت کو یہاں کیوں بیان کیا میں اس کا قطعی جواب تو نہیں دے سکتا پھر بھی قرائن وقیاسات کا مقتضی ہے کہ آپ کو یہ بھی جتانا مقصود تھا کہ دیکھو ! ابوذر اس دنیا سے جاتا ہے مگر اپنے افعال و اعمال پر بھروسہ کر کے نہیں جاتا ، اپنے صدقات وخیرات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد نہیں کرتا ان چیزوں میں سے اسکو کسی پر غرہ نہیں کسی پر بھروسہ نہیں "

ہاں صرف ایک آس ہے کہ اس کے چند بچے مر چکے ہیں ارحم الراحمین شاید اسی کو بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنا دیں فقط ایک یہی چیز ہے کہ جو ممکن ہے کہ رحمتِ ایزدی کو اسکی طرف متوجہ کر سکے اور اسی وقت پر کیا موقوف ہے بسا اوقات لوگوں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے بھی سُنا :۔

"واللہ لوددت ان اللہ عزوجل خلقنی یوم خلقنی شجرۃ تعضد و تؤکل ثمرھا"

خدا کی قسم میرے دل کی یہ آرزو ہے کہ کاش حق تعالےٰ نے مجھے جس دن پیدا کیا (بجائے آدمی کے) اگر میں ایسا درخت بن کر پیدا ہوتا جو کاٹ دیا جاتا ہے اور جبتک کٹتا نہیں لوگ اس کے پھل کھاتے ہیں"

اور یہ تو ایک صوفیانہ نکتہ ہے کہ موت سے پہلے جس قدر خشیت و خوفِ خدا اپنے دل پر غالب کر سکتے ہو کر لو۔ پر جب موت کی گھڑیاں سر پر آجائیں اسوقت بیم و دہشت کو سینے سے باہر نکال کر امید و نجات و غفران سے دل کو لبریز کر لو۔ شیخ الجماریہ اسوقت اسی شغل میں مصروف ہیں ۔ اس کے بعد آپ کے دل سے ایک شورش انگیز روح فرسا حوصلہ گسل آواز اٹھی اور بصد حسرت و یاس اٹھی ، صحابی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اے کاش کہ میرے پاس اتنے کپڑے ہوتے کہ میں اسمیں سما کر اسے کفن بنا لیتا تو میں اس کے علاوہ کسی کفن کی ضرورت محسوس نہیں کرتا" مگر یعنی (جو خدا کی مرضی ہے کہ اپنے کفن میں نہ لپیٹا جاؤں اور آپ لوگ

اپنا کفن دیں اب آپ لوگوں کو وصیت ہے میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے جو شخص بھی کفن دے وہ نہ تو کسی صوبے کا والی ہو نہ عریف اور نہ ڈاکیہ ہو" اتفاق تو دیکھو ! کہ اس جماعت میں جتنے آدمی تھے قریب قریب ہر ایک ان عہدوں میں سے کسی ایک پر ممتاز تھا۔ صرف ایک انصاری جوان البتہ ایسا تھا جس میں یہ باتیں نہیں تھیں ، وہی بول اٹھا کہ مجھ میں آپ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں اور میرے تھیلے میں دو چادریں بھی نئی رکھی ہیں جن کے سوت میری ماں کے ہاتھ نے کاتے ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ ان چادروں کو میری ماں نے بُنا ہے اور ایک چادر یہ ہے جو میرے بدن پر پڑی ہے ملا کر تین کپڑے ہو جاتے ہیں جو کفن کیلئے کافی و وافی ہیں"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا " ہاں تم میرے حسبِ منشاء ہو۔ بس انہی کپڑوں میں مجھے کفنانا"

اس گفتگو کے بعد اور کیا کیا باتیں ہوئیں مؤرخین اس سے ساکت ہیں البتہ ہاں طبقات ہی میں ایک اور روایت موجود ہے جو بظاہر بلکہ یقیناً اس روایت کے مخالف ہے ۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس تضاد پر تنبیہ بھی کی ہے اور بغیر کسی جواب کے آگے نکل گئے ہیں ۔

میرے نزدیک راویوں سے اس میں چوک ہوئی ہے اقرب الی الصحت اسکی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ " مجھے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر سڑک پر لے جا کر ڈال دینا اور دیکھتے رہنا سب سے پہلے سواروں کی جو جماعت گذرے ان کو ٹھہرا کر کہنا

کہ یہ ابوذر صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تم لوگ
اس کے کفن میں میری مدد کرو"

۸ ذی الحجہ ۳۲ھ

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

خدا کی ہر چیز خدا ہی کیطرف جانے والی ہے آخر وہ وقت عظیم آگیا، آسمان سے فرشتے اتر پڑے اور اس خستہ و نزار سوختہ و بریاں جان کو جس نے خدا جانے اس عنصری دور میں نشیب و فراز عالم کے کتنے دور دیکھے اور خود اس قفس خاکی میں بند ہو کر کیا کیا تھا۔

اس کو لینے کیلئے دنیا کی مخمصوں سے نجات دینے کیلئے قدسیوں کے جھرمٹ میں موت کا فرشتہ مشک بیز خیمہ میں اپنے میزبان کے پاس پہنچ گیا۔ حجابات اٹھنے لگے، ان دیکھی چیزیں نظروں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگیں۔ ابوذر نے ٹوٹی ہوئی آواز میں دنیا والوں کو اس آخری لفظ سے مخاطب فرمایا "قبلہ کیطرف میرا رخ کردو"

اس آخری حکم کی آخری تعمیل کر دی گئی اس کے بعد خلوص و سچائی کے اندر ڈوبے ہوئے الفاظ فضائے خیمہ میں اسطرح گونجے۔

"بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

ان پاک آوازوں کیساتھ خاک و آتش باد کے کرے ایک تاباں روشنی اور مقدس تعلق سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے۔

سراج منیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار سے دمکنے والا ماہتاب

ٹھیک ۸ ذی الحجہ کو ربذہ کے حوالی افق میں غروب ہو گیا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

نفس مطمئنہ "فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" کی صدائے روح پرور زمین سے اٹھی اور جہاں بلائی گئی پہنچ گئی جس نے اپنے کو خدا کیلئے بنا دیا تھا وہ نہایت امانت کیساتھ پیمانِ وفا کو پورا کرتے ہوئے جلال و جمال کی مستور کششوں میں غرق ہو کر جس کیلئے تھا اسی کے پاس چلا گیا۔

وما کان قیس ہلکہ ہلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تہدم

مجذوبوں کا سردار رئیس الطائفہ، فقیری کی ایک جدید یادگار چھوڑ کر دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا۔ آنکھیں بند کی گئیں، انگوٹھے باندھے گئے غسل دینے والوں نے نہلایا، انصاری نوجوان نے کپڑے نکال دئے اور اس جسم کو جس نے اسلام کے بعد خدا کی مرضی میں اپنی خواہشوں کو جذب کر دیا تھا ایک غیر کے کپڑے میں کفنایا گیا حسب وصیت آپکا جنازہ اٹھایا گیا اور عام گذرگاہ پر لا کر رکھ دیا گیا۔

ادھر کوفہ کے استاذ المسلمین، معلم الامت، فقیہ الاسلام حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے مع ایک جماعت کے مکہ مکرمہ کے ارادے سے تشریف لا رہے تھے۔

آپ کو اس المناک سانحہ کا علم تھا یا نہیں مجھے کیا معلوم تاہم بظاہر حال یہ تھا کہ آپ نہایت تیزی کیساتھ اپنے اونٹ کو بھگاتے ہوئے لا رہے تھے۔

قریب تھا کہ جس کا جنازہ بیکسی کے ساتھ راستہ میں پڑا ہوا تھا وہ سواری کے نیچے آجائے لیکن یکایک آپ ٹھٹھک گئے۔

جنازے کو اسطرح پڑا ہوا دیکھ کر اپنے اونٹ کو روک لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ٹھہرا لیا لوگ سڑک کے نیچے آنیوالوں کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں کو دیکھ کر سامنے آگئے اور کہا :۔

" ابوذر صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کے دفن میں ہم لوگوں کی مدد کیجئے "۔

ایک زبردست دھماکہ تھا جس نے اچانک ابن مسعود کی روح میں زلزلہ ڈالدیا، ابن البر کی روایت ہے کہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری اور مجنونانہ اپنے اونٹ سے اُتر پڑے روتے جاتے اور حالت وارفتگی میں آپ کی زبان سے یہ الفاظ جاری تھے " میرے دوست میرے بھائی "، اخیر میں فرماتے :۔

" مبارک ہو تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ ہی فرمایا ہے کہ ابوذر اکیلا ہی چلتا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اُٹھے گا "

حتیٰ کہ کم از کم مرنے والا اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا تو اپنے گھر کا کفن یقیناً لے جاتا ہے لیکن ابوذر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا یہ حال ہے کہ کفن بھی اس کے ساتھ اپنا نہ تھا، لوگوں نے حضرت مسعود سے نماز کی درخواست کی، جنازہ آگے رکھا گیا۔ اسوقت کا نظارہ کتنا عظیم الشان اور دل ہلا دینے والا نظارہ ہوگا۔ سامنے اس کا جنازہ رکھا ہوا ہے جو اپنے محبوب سے اسی طرح

ملنے جا رہا ہے جسطرح اسے چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے جنازہ کا امام وہ شخص ہے جس کی مرضی دنیا کے سب سے بڑے آدمی کی مرضی قرار دی گئی اور جن کے عہد و علوم پر اعتماد کرنے کی وصیت خدا کے آخری پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا کو فرمائی۔

اور صف میں مبشرین کی وہ جماعت ہے جن کے اسلام کی تصدیق سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمائی اور جن کا بیشتر حصہ ان لوگوں پر شامل تھا جن کے ملک سے عرب کے بنی ہاشم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کی خوشبو آئی، ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ کل گروہ کل یمانیوں پر مشتمل تھا۔ ابن کثیر نے دونوں گروہوں کے آدمیوں کی تفصیل بھی لکھی ہے میں بھی ان کی تفصیل نہیں سے نقل کرتا ہوں۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس نخعی، مالک بن الاشتر نخعی، طلحال حنفی، حارث بن سوید تمیمی، عمر بن عقبی السلمی، ابن ربیعہ سلمہ، ابوالعزر تمیمی، ابورافع مزنی، سوید بن شعبہ تمیمی، یزید بن معاد تمیمی، اخا القرشع الصبنی، اخو معضد الشیبانی، الغرض میدان میں بصد بیکسی جو دم توڑ رہا تھا محض اس کی خاطر تھی کہ کوفہ کی زمین ہلائی جاتی ہے فقیہ الاسلام معلم الامت کو زبردستی کھینچ کر جنازہ پر لا کھڑا کیا جاتا ہے تاکہ جاننے والے جانیں کہ خدا کیلئے جو مرتا ہے خدا اس کیلئے کیا کچھ کرتا ہے۔

مجھے بار بار حیرت ہوتی ہے کہ حج کا موسم جب ختم ہو رہا ہے، ایام حج بھی گذر رہے ہیں ایسے وقت میں عبداللہ بن مسعود کا مکہ آنا ایک محض بے موقعہ سی

بات معلوم ہوتی ہے۔ ان کو اگر آنا تھا تو پھر خواہ مخواہ چند دنوں کیلئے حج کو کیوں چھوڑا میں اس معمہ کو بالکل نہیں سمجھ سکا۔ پھر اسپر ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ "دیکھتے رہنا کوئی آتا ہوگا" عجیب اسرار ہیں جو علت و معلول کے سلسلے میں کسی طرح درج نہیں ہوتے رہ رہ کر میری زبان سے یہ مصرعہ جاری ہو جاتا ہے کہ ع اے زائر حرم غرض زیں طواف خانہ چیست

نماز کے بعد جنازہ اٹھا، کن کاندھوں پر اٹھا اور کس کا اٹھا، چشم بصیرت دیکھے اور رشک وضبط کی موجیں دلوں سے اچھل اچھل کر نجات کی راہیں ڈھونڈھنے والوں کو تڑپائیں۔

سب سے پہلی منزل کے دہانے پر غفار کے سب سے بڑے انسان کو لایا گیا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور لوگوں کیساتھ قبر میں اترے۔ الغرض اس سرچشمۂ صدق وامانت کو جس سے زیادہ سچی زبان والے انسان پر آسمان نے کبھی سایہ نہیں ڈالا تھا اور نہ جس سے زیادہ صدیق وراست باز لہجہ کو زمین نے اپنی پشت پر کبھی اٹھایا تھا ربذہ کی ایک کنج عافیت اور شکم زمین میں ہمیشہ کیلئے مستور و مخفی کر دیا گیا اور وہیں آج تک موجود مودع ہے عام زیارت گاہ ہے۔ پس جو تنہا ہی چلتا تھا، تنہا ہی رہتا تھا، وہ تنہا ہی عرصہ بلا و آزمائش سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگیا، اور ربذہ کے صحرا میں تنہا ہی سویا ہوا ہے تا آنکہ جب اٹھنے کا دن آئے تو وہ اس دن بھی تنہا ہی اٹھے۔ حقیقی جذب و مستی کا چراغ گو اس کے بعد گل ہوگیا لیکن اس کے بعد بھی جہاں کہیں اس کی روشنی پائی گئی یا اسوقت بھی پائی جاتی ہے وہ اسی کی فیض ریز

شعاعوں کا نتیجہ ہے اور آئندہ علیسوی زہد و ورع کے ہادی محمدی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کیساتھ جہاں کہیں ہو وہ اسی اجتماع کا اثر جاری ہے "فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الذین اتبعو باحسان"

الغرض قضا و قدر نے جو کچھ چاہا وہ ہوا۔ دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ بچشم تر خیمہ میں آگئے۔ بیوی صاحبہ اور آپ کی یتیم صاحبزادی وہاں موجود تھیں، آپ نے تسلی وتشفی کے کلمات ان کو کہے، خود بھی سنبھلے ان کو بھی سنبھالا۔ جب گونہ سکون پیدا ہو گیا تو چلنے کے ارادے سے اٹھے،

حضرت ابوذر کی صاحبزادی نے پوچھا کہ کہاں تشریف لے چلے! ابا نے وصیت کی ہے اور خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ لوگ کچھ کھانہ لیں سوار نہ ہوں، انہوں نے اپنی زندگی میں بکری ذبح کرا کے پکنے کا حکم دے دیا تھا جو کہ پک کر رکھی ہوئی ہے۔

یہ فرما کر کھانا پیش کر دیا، کھانا تو کیا کھایا جاتا لیکن مرنے والے کے اس خلوص کو دیکھ کر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دنگ رہ گئے، اور ہونا چاہیے تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا۔ جب دنیا میں وہ اپنی آخری سانس پر تھا اس کا یہ دعویٰ کہ "میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسطرح ملوں گا جس طرح آپ نے مجھ کو چھوڑا ہے عملی طور پر مدلل ہو جائے۔ الغرض جو کچھ کھایا جا سکا کھانے والوں نے کھایا اس کے بعد عبد اللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟

طبری نے اس کے متعلق دو روایتیں درج کی ہیں، ایک میں یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے تمام اہل و عیال کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ ان لوگوں کو تسلی دلاسہ دے کر آپ اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ اور حضرت عثمان کو اس جانکاہ حادثے کی خبر دی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ ہوا اور بجائے اصلی راستے کے آپ مدینہ زبدہ کیطرف سے لوٹے تو راستہ میں زبدہ میں اترے اور تعزیت وغیرہ کر کے سب کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔

الغرض خواہ یہ ہو یا وہ ہو اس پر دونوں روایتیں متفق ہیں کہ

"ضمہ عثمان الی اھلہ"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر کے بال بچوں کو اپنے بال بچوں کیساتھ ملا لیا۔ "فجزاہ اللہ عنی وعن المسلمین خیر الجزاء"، پھر دنیا نے ختم نبوت کے فیض صحبت کے آثار کو سرشاری و ہشیاری، بے کاری و باکاری، خواب و بیداری، نیستی و ہستی کی اس عجیب ترکیبی وجود کو کبھی نہیں دیکھا۔

(نوٹ) یہ مضمون دیوبندی فرقہ کے ایک معتمد علیہ اور محقق، مناظر احسن کا مرتبہ ہے۔ جو اس نے میرے مطالعہ کے مطابق کتب ذیل سے مضمون تیار کیا ہے۔ ۱. الاستیعاب صہ ۸۳ ج ۴ ، ۲. تاریخ طبری صہ ۹ ج ۵ (مطبوعہ مصر)

۳. کامل ابن اثیر صہ ۵۱ ، ۴. طبقات صہ ۱۶۲ ج ۶
۵. بخاری صہ ۵۴۴ ج ۱ ، ۶. مستدرک
۷. تہذیب الکمال ، ۸. زاد المعاد ابن القیم
۹. تہذیب التہذیب صہ ۲۰ ج ۲ ، ۱۰. تذکرۃ الحفاظ صہ ۱۵ ج ۲
۱۱. کامل ابن اثیر صہ ۴۴ ج ۴ ، ۱۲. ترمذی شریف
۱۳. البلاذری صہ ۵۶ ج ۷ ، ۱۴. بیہقی صہ ۱۴۴
۱۵. مسند احمد صہ ۱۸۱ وغیرہ وغیرہ۔

فقیر خود بھی ان کتب کے علاوہ ان سے بہتر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا وصال نامہ تیار کر سکتا تھا لیکن مخالفین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ مانتے اب بھی مانیں گے نہیں لیکن شرک کے فتویٰ سے خاموشی اختیار کریں گے، فقیر نے ان کے معتمد علیہ محقق کا مضمون لکھا ہے اور ان کے معتمد علیہ رسالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور" اور اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اس کو بار بار انہوں نے شائع کیا ہے ① ۱۹۶۶ء ۸ اپریل کی اشاعت میں ② ۱۹۶۷ء ۱۹ جون کی اشاعت میں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ،

اس مضمون میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ہیں۔ جو مسلک اہلسنت کے مؤید ہیں اور مخالفین کے لئے زہر قاتل۔

۱. سبحان اللہ کسی کی زبان سے کچھ نکل گیا تھا اسی ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا السلام

کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ابوذر تنہا مرے گا۔ خبر یہ علم غیب "ما فی الغد" کل کیا ہوگا۔ مخالفین کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کیلئے ماننا شرک ہے اس لئے وہ "خمس لا یعلمہن الا اللہ" پڑھتے پڑھتے نہیں تھکتے۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ یہ پانچ علوم بھی اور بھی بہت کچھ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور آپ کے طفیل اولیائے کاملین کو بھی۔

۲- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیوی کو مایوس دیکھ کر تسلی دی کہ مت رو۔ اس لئے نہ رو کہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اس وقت آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قطعاً تم لوگوں میں سے ایک شخص ایک چٹیل سنسان وادی میں جان دے گا جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا اور میں اس دن سے اندازہ کر رہا ہوں کہ وہاں پر جتنے لوگ تھے ان میں سے سب کسی شہر یا آبادی میں وفات پا چکے اور اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں جو اس وقت اس وادی بیکسی میں دم توڑ رہا ہوں پس جا، راستہ پر جاکر بیٹھ، مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آرہی ہوگی کیونکہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے"۔

اس سے یہ یقین ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ تھا کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے والے جملہ حالات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان شاہد ہے۔

(۳) نہ صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلکہ آپ کے غلاموں کو بھی اللہ تعالےٰ آنے والے حالات سے آگاہ فرماتا ہے بیشمار واقعات سے ایک واقعہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ بوقتِ وصال آپ نے بیوی صاحبہ کو ادھر بھیج کر اپنی بچی کو پکارا اور فرمایا:

"بیٹی ایک بکری ذبح کر دو اور اس کے گوشت کو فوراً آگ پر چڑھا دو گھر میں مہمان آرہے ہیں جب وہ مجھے دفن کرلیں تو تم ان سے کہنا کہ ابوذر نے تم لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک نہ کھالیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں"

اس کے بعد فرمایا کہ مہمانوں کی ایک جماعت آنیوالی ہے، جو کھاتی پیتی نہیں لیکن خوشبو سونگھتی ہے ایک نافہ مشک کا پڑا ہوا ہے اسی کو گھسا کر پانی میں ملاؤ اور تمام خیمہ پر اسے چھڑک دو، عنقریب وہ آنے والے ہیں"۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر مہمان آگئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ سنسان میدان اور ویران مقام میں دیکھ کر اور نمازِ جنازہ کی دعوت کے کلمات سن کر ابن البر کی روایت ہے کہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری اور مجنونانہ اپنے اونٹ سے اتر پڑے، روتے جاتے تھے اور حالتِ وارفتگی میں آپ کی زبان پر یہ لفظ جاری تھے "میرے دوست، میرے بھائی"، اخیر میں فرماتے "مبارک ہو تم کو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ "ابوذر اکیلا ہی چلتا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھے گا"۔

فائدہ :۔ یقین مانئے یہی عقیدہ اہلسنت بریلوی کا ہے جو انہیں صحابہ کرام سے وراثت میں نصیب ہوا ہے (الحمد للہ علیٰ ذالک) اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ "صحابہ کے وارث کون ہیں" میں پڑھیئے۔

میت کے گھر طعام

:۔ یہ جملہ منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی دیوبندی وہابی اور ان کے ہمنوا فرقے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور حرام حرام کی رٹ لگاتے ہوئے نہیں تھکتے لیکن حال یہ ہے کہ جب اس تقریب میں کرتے ہیں تو ان کا حال عجیب ہوتا ہے میں نے بہت ان کے ایسے حریص بھی دیکھے کہ کھاتے وقت شلوار/چادر پیٹ سے ڈھیلی کر دیتے ہیں تاکہ پیٹ میں کچھ اور سما سکے یہ ان کی پرانی عادت بلکہ ان کے بڑوں کی بھی یہی عادت ہے کہ ان کا قولی اور تحریری مذہب اور ہے اور عملی کچھ اور ہے۔ یہی حال میت کے گھر طعام کا ہے فقیر نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے بنام "میت کے گھر طعام" مطبوعہ ہے اس میں متعدد حوالہ جات اور قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں جواز ثابت کئے ہیں اور عدم جواز کی صورتیں بھی۔ ان میں ایک اس واقعہ کا حوالہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تجہیز و تکفین و تدفین سے فراغت پا کر چلنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ نے پوچھا! کہاں تشریف لے چلے؟ ابلنے وصیت کی ہے اور خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ لوگ کچھ کھانہ لیں سوار نہ ہوں انہوں نے

اپنی زندگی میں بکری ذبح کرانے کا حکم دیا تھا جو پک کر رکھی ہے یہ فرما کر کھانا پیش خدمت کر دیا گیا۔

ناظرین :۔ انصاف فرمایئے کہ کھانے کے پکانے کا حکم ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی دے رہے ہیں اور کھانے والے صرف ایک جلیل القدر صحابی نہیں بلکہ درجنوں صحابہ اور اساتذہ وائمہ تابعین ہیں۔ ان کی فہرست سابق مضمون میں پڑھ لیجئے۔

عقیدہ سیدنا ابوذر بروایات حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری کے چند گوشے عرض کر دئے ہیں اب روایات عرض کرتا ہے تاکہ ناظرین کو یقین ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علم غیب کلی کے قائل تھے۔

(۱) امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ والویعلیٰ وابن منیع وطبرانی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے راوی۔

"لقد ترکنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وما یحرك طائر جناحیه فی السماء الا ذکر لنا منه علما"

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ اب جب کوئی پرندہ آسمان میں پر مارتا ہے تو اس کا علم ہمیں پہلے ہوتا ہے

اسلئے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وعظ مبارک میں اس کا ذکر فرمایا تھا"

فائدہ :- یہ دو معتبر صحابیوں ابوذر و ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے اس پر مزید تبصرہ کیا کیا جائے لیکن یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذرہ ذرہ کا علم ہے اسے آج کی اصطلاح میں علمِ غیب کلی کہتے ہیں۔

(۲) اخرج الحاکم وابونعیم عن ام ذر رضی اللہ عنہا قالت لما حضرت اباذر الوفاۃ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لنفرانا فیھم لیموتن ورجل منکم بفلاۃ من الارض یشھدہ عصابۃ من المومنین ولیس من اولئک النفر احد الا وقد مات فی قریۃ وجماعۃ فانا ذلک الرجل فابصری الطریق فقلت انی وقد ذھب الحاج وانقطعت الطریق فلبثنا انا وھو کذلک اذانا برجال علی احالھم فاشحت ثوبی فاسرعوا الی حتی وقفوا علی فحضروہ وقاموا علیہ حتی دفنوہ وکان منھم ابن مسعود رضی اللہ عنہ وکان رضی اللہ عنہ بالربذۃ وھی ارض بین ینبع والمدینۃ المنورۃ"

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۸۵)

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا وقتِ وفات آپہنچا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند صحابہ سے فرماتے سُنا جن میں میں بھی تھا "تم میں ایک جنگل میں فوت ہوگا اس کے جنازہ کیلئے صحابہ کرام آئیں گے اب وہ سب مرگئے" ایک میں ہی رہ گیا ہوں، اے میری زوجہ راستہ پر کھڑی ہوجا، عرض کی اب کون آئے گا، تمام لوگ تو حج کو جاچکے راستے ویران پڑے ہیں۔ بہرحال میں کھڑی ہوگئی چند لوگ دور سے نظر آئے، میں نے دوپٹہ ہلایا وہ سب میرے پاس پہنچ گئے، میں انہیں ابوذر کے پاس لے گئی انہوں نے اسے دفنایا، ان میں ابن مسعود بھی تھے، ابوذر ربذہ میں مدفون ہیں وہ ینبوع اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے"

فوائد و عقائد :-

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب ہم نے چند رفقاء آپ کے ہاں بھیجے تھے۔ تم میں ایک جنگل ویرانہ میں مرے گا۔ ان تمام رفقاء میں سے اب صرف میں بچ گیا ہوں وہی میں ہوں۔

اس علمِ غیب پر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا اتنا پختہ عقیدہ ہے کہ زوجہ محترمہ کو فرمایا، جب آپنے اس کے رونے کی آواز سنی، پوچھا کیوں رو رہی ہے بی بی نے فرمایا کہ اس ہو کے میدان میں جہاں ہم جانوں کے علاوہ دور دور تک کوئی پر مارنے والا جانور بھی نہیں ادھر آپ کا وقت قریب ہے۔ میں عورت ہوں اتنی قوت نہیں ہے کہ زمین پتھریلی کھود سکوں اور گھر میں ایک

دھجی بھی نہیں کہ میں آپ کو لپیٹ کر کفن دوں، آپ نے اسے مذکورہ حدیث سنائی اور خود کو اسی کا مصداق بتایا، یہانتک کہ بی بی کے انکار اور جنگل کا حال دیکھ کر اور پختہ ہو گئے۔ لیکن بی بی نے تنگ ہو کر کہا "خدا جانے اب لوگ کہاں سے آئیں گے، حاجیوں کی آمدورفت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے راستہ بالکل سنسان پڑا ہوا ہے۔ آپنے فرمایا "تم جاؤ تو سہی دیکھو بھی تو"، روتی دھوتی یاس و ناکامی کیساتھ آپ کی بی بی صاحبہ اٹھیں اور سڑک کے کنارے آکر بیٹھ گئیں، مایوسانہ نگاہیں افق تک پھیل کر کسی چیز کو انتہائی بیکسی کے ساتھ ڈھونڈھ رہی تھیں۔ اور پھر ناکامیوں کے ہجوم میں واپس آجاتیں، یہ سلسلہ آمدورفت کا اسی طرح قائم تھا، اونٹوں کی ایک قطار انتہائی تیز رفتاری کیساتھ نمودار ہوئی، ابن سعد کا بیان ہے وہ اسطرح اڑے چلے آرہے تھے کہ گویا بھاری پرندوں کی ٹولیاں زناٹے بھرتی ہوئی آرہی ہیں، عربی عماموں والے شتر سوار گردوغبار میں ڈوبے ہوئے "آناً فاناً" بیوی صاحبہ کے سر پر پہنچ گئے۔ ان لوگوں کی یکایک نگاہ آپ پر پڑی۔ اس عالمِ تنہائی میں ایک عورت کا اسطرح سے کھڑا رہنا، حیرت میں ڈالدینے کیلئے کافی تھا۔ نکیلیں ڈھیلی کردی گئیں اونٹ روک دیئے گئے، جو آگے تھے اس نے آپ کو مخاطب کرکے پوچھا؟ بی بی صاحبہ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں، آپ پر کیا حادثہ گذرا؟ بیوی صاحبہ! مسلمانو! ایک آدمی بیچارہ مر رہا ہے خدا کیلئے اس کے دفن کا سامان کرو اللہ کے ہاں اجر پاؤ گے۔

عقیدہ (۲) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے دوسرا عقیدہ واضح فرمایا کہ کفن دفن کا انتظام اہلِ ایمان کریں گے، ناظرین اس کا جواب خود بتائیں کہ بی بی یاس و ناامیدی کا شکار ہے لیکن سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے عقیدہ کو اور مستحکم بناتے ہیں کہ گھبرائی ہوئی کیوں ہے؟ میرا کفن دفن اہلِ ایمان کرینگے اب بتائیے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کفن دفن کیسے اہل ایمان نے کیا انہوں نے جن کے نام پر اسلام کو ناز ہے یعنی جنازہ کا امام وہ شخص ہے جس کی مرضی دنیا کے سب سے بڑے آدمی کی مرضی قرار دی گئی اور جن کے عہد و علوم پر اعتماد کرنے کی وصیت خدا کے آخری پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا کو فرمائی اور صفوں میں مبشرین کی وہ جماعت ہے جن کے اسلام کی تصدیق سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمائی اور جن کا بیشتر حصہ ان لوگوں پر شامل تھا جن کے ملک سے عرب کے بنی ہاشم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کی خوشبو آئی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ پہلا گروہ کل یمانیوں پر مشتمل تھا، ابن اثیر نے دونوں گروہوں کے آدمیوں کے ناموں کی تفصیل بھی لکھی ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

فائدہ :- میاں بیوی کی گفتگو کے بعد اور کیا باتیں ہوئیں، مورخین اس سے ساکت ہیں، طبقاتِ ابن سعد میں ایک اور روایت بھی مذکور ہے جو بظاہر بلکہ یقیناً اس روایت کے مخالف ہے اقرب الی الصحت اسکی ترکیب یوں معلوم ہوتی ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "مجھے نہلا

دھلاکر کفن پہنا کر سڑک پر لیجاکر ڈالدینا اور دیکھتے رہنا سب سے پہلے سواریوں کی جو جماعت گذرے ان کو ٹھہرا کر کہنا کہ یہ ابوذر صاحب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تم لوگ ان کے دفن میں میری مدد کرو"

اس ترتیب پر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی تحتگی کی مزید تائید ہوتی ہے کہ گھر والوں کو فرمایا تمہیں کچھ نظر آئے یا نہ آئے، میرے جنازہ کو سڑک پر ڈال دینا، میری نمازِ جنازہ پڑھانے والے ضرور آئیں گے کیونکہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حق ہے اور اسی پر میرا ایمان و یقین ہے۔

جنازہ :-

جب سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بند کی گئیں انگوٹھے باندھے گئے غسل دینے والوں نے نہلایا، انصاری نوجوان نے کپڑے نکال دئے اور ان جسم کو جس نے اسلام کے بعد خدا کی مرضی میں اپنی خواہشوں کو جذب کر دیا تھا، ایک غیر کے کپڑے میں کفنایا گیا، حسب وصیت آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور عام گذرگاہ پر لاکر رکھ دیا گیا۔

ادھر کوفہ سے استاذ المسلمین، معلم الامت فقیہ الاسلام حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے مع ایک جماعت کے مکہ مکرمہ کے ارادے سے تشریف لا رہے تھے۔ آپ کو اس المناک سانحہ کا علم تھا یا نہیں مجھے کیا معلوم تاہم ظاہر حال یہ تھا کہ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اپنے اونٹ کو بھگاتے ہوئے لا رہے تھے۔ قریب تھا کہ جسکا جنازہ بیکسی کیساتھ راستہ پر پڑا ہوا تھا وہ سواری کے نیچے آجائے لیکن یکایک آپ ٹھٹھک گئے،

جنازہ کو اسطرح پڑا ہوا دیکھ کر اپنے اونٹ کو روک لیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی ٹھہرالیا۔ لوگ سڑک کے نیچے آ بیٹھے والوں کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں کو دیکھ کر سامنے آگئے اور کہا! ابوذر صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کے دفن میں ہم لوگوں کی مدد کیجیے

ایک زبردست دھکا لگا جس نے اچانک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روح میں زلزلہ ڈالدیا، ابن لہیعہ کی روایت ہے کہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری اور مجنونانہ اپنے اونٹ سے اُتر پڑے۔ روتے جاتے تھے اور حالتِ وارفتگی میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے، میرے دوست، میرے بھائی۔ میرے دوست، میرے بھائی"

مبارک ہو تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذر اکیلا چلتا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھے گا"

عقیدۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ :-

اس سے ثابت ہوا کہ علم غیب کا عقیدہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال دیکھ کر وہی فرمایا جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنا عقیدہ بیان کر کے فوت ہوئے۔

۸ ر ذی الحجہ ۳۲ھ ہجری :-

کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا لیکن حیرانی ہوتی ہے کہ کہاں کوفہ اور کہاں ربذہ ادھر حج کا موسم جب ختم ہو رہا ہے ایام حج بھی گذر رہے ہیں ایسے موسم میں عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا آنا ایک محض بے موقع سی بات معلوم ہوتی ہے ان کو اگر آنا تھا تو پھر خوامخواہ چند دنوں کیلئے حج کو کیوں چھوڑا بس اس معمہ کو بالکل نہیں سمجھ سکا پھر اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ دیکھتے رہنا، کوئی آنا ہوگا۔ عجیب وغریب اسرار ہیں۔

علمِ غیب اولیائے کرام :-

حضرت ابوذر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی اس کاروائی سے اگر کہہ دیا جائے کہ اولیائے کرام کو بھی منجانب اللہ تعالےٰ علمِ غیب منکشف ہوتا ہے تو بجا ہے۔ دلائل دیگر کیساتھ یہ واقعہ بھی ایک دلیل ہے۔

پختگی عقیدہ پر قربان جائیے :-

جب حضرت ابوذر نے بی بی صاحبہ کو کفنانے دفنانے والوں کی تلاش میں بھیجا تو صاحبزادی کو پکار کر فرمایا: بیٹی ایک بکری ذبح کر لو اور فوراً اس کے گوشت کو آگ پر چڑھا دو گھر میں مہمان آنے ہیں جب وہ مجھے دفن کر لیں تو تم ان سے کہنا کہ ابوذر نے تم لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جبتک نہ کھالیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں۔"

اس کے بعد فرمایا "مہمانوں کی ایک جماعت آنے والی ہے جو کھانا نہیں کھاتی لیکن خوشبو سونگھتی ہے ایک نافہ مشک کا پڑا ہوا ہے اسی کو گھسا کر پانی میں ملا کر خیمے پر چھڑک دو عنقریب وہ آنے والے ہیں۔

انتباہ :- غور فرمایئے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے علمِ غیب پر کتنا پختہ یقین ہے کہ ابھی وہ آئے نہیں، فرمایا ضرور آئیں گے ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام ضرور ہو تاکہ وہ دور دراز سفر سے آنے والے مہمان گھر سے بھوکے نہ جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ گویا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آنے والے کون اور کہاں سے آرہے ہیں۔

فائدہ :- اس سے ثابت ہوا کہ میت کے گھر کا کھانا حرام نہیں بلکہ حلال وطیب ہے۔ جبکہ اہلِ اموات بسبب خاطر آنے والوں کو کھانا کھلائیں اور دوسرا یہ کہ اہل اموات اگر ایصالِ ثواب کے طور پر کھانا پکا ئیں ضیافت اور محض رسم و رواج مدنظر نہ ہو

میت کے گھر کا طعام :-

قضاو قدر نے جو کچھ چاہا وہ ہوا دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کیساتھ بچشمِ تر آپ کے خیمہ میں آئے۔

بیوی صاحبہ اور آپ کی یتیم صاحبزادی وہاں پر موجود تھیں، آپ نے تسلی و تشفی کے کلمات ان کو کہے خود بھی سنبھلے اور ان کو بھی سنبھالا جب سکون پیدا ہوا تو چلنے کے ارادے سے اُٹھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے کہا کہ کہاں تشریف لے چلے ؟

ابا نے وصیت کی ہے اور خدا کی قسم دی ہے کہ جبتک آپ لوگ کچھ کھانہ لیں سوار نہ ہوں، انہوں نے اپنی زندگی میں بکری ذبح کرا کے پکنے کا حکم دے دیا تھا جو پک کر رکھی ہے۔ یہ فرما کر کھانا پیش کر دیا۔ کھایا تو کیا جاتا لیکن مرنے والے کے اس خلوص کو دیکھ کر عبداللہ بن مسعود دنگ ہو گئے اور رونا

چاہیئے تھا کہ حضرت ابوذر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پراسوقت بھی عمل کیا جب وہ دنیا میں اپنی آخری سانس پوری کر رہے تھے۔ تاکہ یہ دعویٰ کہ "میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح ملوں گا جس طرح آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو چھوڑا ہے" عملی طور پر مدلل ہو جائے۔ الغرض جو کچھ کھایا جا سکا کھانے والوں نے کھایا۔

(دیو بندیوں کا مستند ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور)

مضمون :۔ مولوی مناظر احسن گیلانی صـ ۱۶ ۱۸ اپریل ۱۹۶۶ء

اویسی غفرلہ : اس مضمون کے پڑھنے کے بعد دیوبندی فرقہ کو تو انکار نہ ہو کیونکہ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات مذکورہ بالا کے علاوہ ان کے رسالہ خدام الدین میں بھی یہی مضمون بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کی کفالت :۔

طبری کی اسمیں دو روایتیں ہیں، ایک میں یہ ہے کہ حضرت ابوذر کے تمام اہل وعیال کو ساتھ لے لیا اور مکہ معظمہ میں جاکر حضرت عثمان کے حوالے کر دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ ان لوگوں کو تسلی دلاسہ دے کر آپ اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس جانگاہ حادثہ کی خبر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ ہوا اور بجائے اصلی راستہ کے آپ مدینہ زبدہ کیطرف سے لوٹے اور راستہ میں زبدہ اترے اور تعزیت وغیرہ کر کے سب کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔

الغرض خواہ یہ ہو یا وہ ہو اس پر دونوں روایتیں متفق ہیں کہ :۔

ضمہ عثمان الی اھلہ : حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کے بال بچوں کو اپنے بال بچوں کیساتھ ملا لیا۔

فجزاء اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء

حدیث نمبر ۳ :۔

عن اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وجدہ اباذر نائما فی المسجد فقال لہ الا اراک نائما فیہ قال فاین انام الی بیت غیرہ قال فکیف انت اذا اخرجوک منہ قال الحق بالشام فقال فکیف انت اذا اخرجوک من الشام قال ارجعہ الیہ قال فکیف اذا اخرجوک منہ الثانیۃ قال اذن اخذ بسیفی فاقاتل حتی اموت فقال ادلک علی خیر من ذلک تنقاد لھم حیث قادوک وتنساق لھم حتی تنساق حتی تلقانی وانت علی ذلک۔

(رواہ ابو نعیم حجۃ اللہ علی العالمین)

اسما بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، میں تم کو ہر وقت مسجد میں سویا ہوا دیکھتا ہوں اسکی وجہ ؟ عرض کی میرا کوئی مکان نہیں، آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا تمہیں یہاں سے بھی نکالیں گے، عرض کی کر

میں ملک شام کو چلا جاؤں گا، فرمایا کہ تمہیں وہاں سے بھی نکال دیں گے۔ عرض کی میں مدینہ میں واپس آجاؤں گا۔ فرمایا، یہاں سے بھی تمہیں دوبارہ نکال دیں گے۔ عرض کی جب ایسا ہوا تو میں ان پر تلوار کھینچ لوں گا آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بہتر عمل کی رہبری کرتا ہوں وہ یہ کہ تم ان کی فرمانبرداری کرنا، وہ تمہیں جیسے بھی چلائیں ان کے حکم کی تعمیل کرنا۔ یہانتک کہ تم اسی حالت میں مجھے ملو۔

فائدہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسے ہی ہوا یہی علم غیب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حدیث نمبر ۴ :۔

"عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا اباذر کیف انت اذا کانت علیک امراء یستاثرون مالفیٔ قلت اذن یضرب بسیفی قال افلا ادلک علی ماھو خیر من ذالک اصبر حتی تلقانی (اخرجہ ابن سعد) حجۃ)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تمہارا اسوقت کیا حال ہو گا جب تمہیں حکام مال غنیمت کیطرف کھینچیں گے عرض کی، میں تلوار سے لڑوں گا، آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بہتر امر پر دلالت کروں وہ یہ کہ صبر کرنا۔ یہانتک کہ اسی حالت میں مجھے ملو!"

"عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اخبرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لن یسلطو علی قتلی ولن یفتنو نی علی دینی اخبرنی انی اسلمت فردا واموت فردا وابعث یوم القیمۃ فردا"

(اخرجہ ابونعیم وابن عساکر حجۃ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حکام میرے قتل پر مسلط نہ ہو سکیں گے اور نہ ہی مجھے میرے موقف سے ہٹا سکیں گے، جیسے میں اکیلا اسلام لایا ہوں، یوں اکیلا ہی مروں گا اور بروز قیامت اکیلا ہی اٹھونگا"

فائدہ:۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو زندگی میں جیسے فرمایا، ان کے ساتھ ویسے ہی ہوا۔ مثلاً ان کا اسلام لانا بھی ان کے حال کا آئینہ دار ہے جیسے ہم تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں اور حضرت عثمان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے موقف کے خلاف انکا موقف تھا اس کے باوجود انہوں نے انہیں کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی اور نہ انہیں انکے موقف سے ہٹنے کی کوئی بات کی اور نہ ہی وہ اپنے موقف سے سرمو ہٹے تفصیل ان کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔

حدیث ۵ :۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لماسار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی تبوک تخلف رجال ثم لحقہ ابوذر فنظر ناظر فقال یا رسول اللہ علیہ والہ وسلم ھذا رجل

يمشي على الطريق فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
كن اباذر فلما تاما القوم قالوا يا رسول الله هو والله
ابوذر فقال يرحم الله اباذر يمشي وحده ويموت
وحده ويبعث وحده فضرب الدهر من ضربه وسير
ابوذر الى الربذة فمات فيها وعنده امرأة وغلامه
فوضع على قارعة الطريق فطلع ركب فيهم ابن مسعود
فقال ما هذا فقيل جنازة ابي ذر فبكى ابن مسعود فقال
صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يرحم الله اباذر
يمشي وحده ويموت وحده ويبعث وحده ثم
ثم نزل فوليه بنفسه (رواه ابن اسحاق والبيهقي) ترجمہ:

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک کو تشریف لے گئے، تو بہت سے صحابہ ساتھ چلنے سے رہ گئے ان میں ایک ابوذر تھے جو بعد میں پہنچے صحابہ فرماتے ہیں کہ کسی نے دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ کوئی آنیوالا مرد آرہا ہے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذر ہو جاؤ، لوگوں نے آنیوالے کو غور سے دیکھ کر فرمایا ابوذر ہو جاؤ، صحابہ فرماتے ہیں بخدا وہ ابوذر تھا۔ آپنے فرمایا: اللہ ابوذر پر رحم کرے وہ اکیلا چل رہا ہے وہ اکیلا ہی مرے گا اور قیامت میں اکیلا ہی اٹھیگا"۔

نیرنگی زمانہ دیکھئے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ زبدہ مقام کو ہجرت کر گئے اور وہیں پر فوت ہوئے۔ جب فوت ہوئے اسوقت ان کے ہاں ایک انکی زوجہ تھی اور ایک غلام

مدینہ طیبہ کے آخری لمحات:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ گدھے پر سوار تھا جب ہم مدینہ طیبہ کی آبادیوں سے باہر نکلے تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

" اذا كان بالمدينة جوع تقوم عن فراشك
ولا تبلغ مسجدك حتى يجهدك الجوع قال قلت الله
ورسوله اعلم قال تعفف يا اباذر قال كيف يا اباذر
اذا كان بالمدينة موت يبلغ البيت العبد حتى
انه يباع القبر بالعبد قال قلت الله ورسوله
اعلم قال تصبر يا اباذر قال كيف بك يا اباذر
اذا كان بالمدينة قتل تغمر الدماء احجار الزيت
قال قلت الله ورسوله اعلم" (مشكوٰة شريف)

ابوذر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تیرا کیا حال ہوگا جبکہ مدینہ میں بھوک یعنی قحط ہوگا تو اسوقت بستر سے نہ اٹھ سکے گا اور اپنی مسجد تک ضعف کے سبب مشکل سے پہنچ سکے گا۔ میں نے عرض کیا، اللہ اور رسول جانتے ہیں، آپنے فرمایا اسوقت پرہیزگاری اختیار کر پھر آپنے فرمایا اے ابوذر تیرا کیا حال ہوگا جبکہ مدینہ میں موت کا بازار گرم ہوگا اور مکان کی قیمت غلام کی قیمت کے برابر ہو جائے گی۔

میں نے عرض کیا اللہ اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں،
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسوقت صبر کرنا، پھر آپ نے
فرمایا، ابوذر اسوقت تیرا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل کا بازار گرم
ہوگا جسکا خون احجار الزیت کو ڈھانپ لے گا یعنی مقام مذکور
خون سے بھر جائیگا، میں نے عرض کی اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔

فائدہ :۔ حدیث شریف میں ما فی الغد یعنی آنیوالے حالات میں سے مدینہ طیبہ کے ایک ایک حال کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے جن کو بعد میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور وقت آنے پر فرماتے اسکی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے دیدی تھی مزید مدینہ طیبہ کے حالات کی تفصیل فقیر کی تصنیف "محبوب مدینہ" میں دیکھئے۔

عقیدہ :۔ حالات پر تصدیق از سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ، یہی ان کے عقیدہ کی دلیل ہے بالخصوص "اللہ ورسولہٗ اعلم" کہنا ایسا بین ثبوت ہے کہ کوئی غبی ہی انکار کر سکتا ہے اور اس وہم کا ازالہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملانا شرک ہے۔

اس جملہ "اللہ ورسولہٗ اعلم" کو صحابہ کرام نے تکیہ کلام بنا رکھا تھا، اس کا مجموعہ فقیر نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے

حضور نبی پاک شہ لولاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ لوگ انہیں مدینہ منورہ سے نکال دیں گے جبکہ وہ ایکدن مسجد نبوی میں سو رہے ہوں گے، فرمایا اے ابوذر تمہارا اسوقت کیا حال ہوگا

جبکہ تمہیں لوگ اس مسجد سے نکالیں گے، عرض کیا کہ میں مسجد حرام میں اقامت گزیں ہو جاؤں گا فرمایا جب تمہیں وہاں سے بھی نکال دیں گے (آخر حدیث تک) اور انہیں خبر دی کہ تم یکہ وتنہا زندگی گزارو گے اور اسی حالت میں وفات پاؤ گے۔

اس روایت میں تین جملوں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے لمحات بیان فرمادئے۔

"مدینہ سے نکالے گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں ملک شام بھر زبدہ جانے کا حکم صادر فرمایا"

سوال :۔ تم کہتے ہو کہ انہیں حضرت امیر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکالا اور ابوذر کی زوجہ فرماتی ہے کہ انہوں نے نہیں نکالا بلکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خود بخود ملک شام کو چلے گئے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"عن ام ذر قالت واللہ ما هير عثمان اباذر ولکن رسول اللہ صلے اللہ علیه واله وسلم قال له اذا بلغ البنا سلعا فاخرج منها فلما بلغ البناء سلعا وجاوز خرج ابوذر الى الشام" (اخرجه الحاكم وصححه)

ام ذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جبرًا مدینہ پاک سے نہ نکالا تھا، بلکہ دراصل بات یوں ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی سلع تک پہنچ کر تجاوز کر جائے تو تم اے ابوذر یہاں سے کوچ کر جانا"

مختصر تعارف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

یہ بہت ہی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ یہانتک کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اسلام قبول کرنے میں باہری لوگوں کے اندران کا پانچواں نمبر ہے ان کے اسلام لانے کا پورا حال بخاری شریف کے اندر مفصل مذکور ہے۔ اسلام لانے کے بعد سترہ دنوں تک بہ صرف آب زمزم پی کر مسجد کعبہ میں مقیم رہے روزانہ یہ چلا چلا کر مجمع کفار میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کرتے تھے اور کفار مکہ ان کو اسقدر مارتے تھے کہ یہ لہولہان ہوکر بیہوش ہوجاتے تھے مگر ہوش میں آنے کے بعد یہ پھر اپنے اسلام لانے کا اعلان کرتے تھے۔ ان کا اسم گرامی "جندب بن جُنادہ" ہے۔ بہت ہی عابد و زاہد اور نہایت متقی صحابی ہیں دو سو کیاسی احادیث آپ نے روایت کی ہیں ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بمقام "ربذہ" آپ کا وصال ہوا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ربذہ کا:- مدینہ منورہ سے تین منزل دور ایک جگہ کا نام ہے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال پر غم زدہ ہوکر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ملک شام چلے گئے۔ وہاں پر شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بلاکر ربذہ میں قیام کرنے کا حکم دیا چنانچہ بقیہ زندگی یہیں گذاری اور یہیں پر ہی ان کا وصال ہوا۔

بی بی ام ذر رضی اللہ عنہا نے اظہار عقیدہ فرمایا کہ مدینہ کے مکانات کوہِ سلع تک پہنچ چکے ہیں اب ہمارا شام کو جانا ضروری ہوگیا کیونکہ یہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

خلاصہ مضمون اول:- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ تم کو مدینہ منورہ سے نکالدینگے یہ علم غیب اور بالخصوص ان علوم خمسہ سے ہے جس کیلئے مخالفین کا دعویٰ تھا کہ کسی نبی و ولی کیلئے ماننا شرک ہے اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "ما فی الغد کل کیا ہوگا" کی دو خبریں دیں۔

۱- اپنا وصال پہلے ۲- ابوذر بعد میں زندہ رہیں گے اور مدینہ طیبہ سے نکالے جائیں گے۔ بلکہ غور و فکر ہو تو اس مختصر سے جملہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مدینہ پاک میں رہنے کے لمحات پھر وہاں سے ملک شام کو چلے جانے کے جملہ اسباب اجمالاً بتادئے اسی لئے فرمایا "اوتیت جوامع الکلم" میں جامع کلمات عطا کیا گیا ہوں یہی جوامع الکلم ہے کہ حضرت ابوذر اور ان کے اہل و عیال اور ان کے مدینہ پاک میں رہنے کے اور پھر چلے جانے کے اسباب دو لفظوں میں بیان کردئے۔ اسے کہتے ہیں "دریا در کوزہ"

سوال:- شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر نہایت ہی متقی اور پرہیزگار تھے انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زبردستی بلا وجہ مدینہ منورہ سے نکال دیا یہ ظلم ہے (معاذاللہ)

جواب:- یہ سب جھوٹ ہے ابن جواری اور ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مدینہ سے شام کیطرف چلے گئے اور تاوقت وفات وہیں رہے حضرت ابوذر اظہار حق میں سخت مزاج رکھتے تھے دور خلافت عثمان میں معاویہ

رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا :۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں طلب فرمایا اور انہیں نصیحت کی ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حج یا عمرہ کیلئے مکہ جانے کی اجازت چاہی . اس عبادت سے فارغ ہو کر وہ از خود زبدہ چلے گئے اور تا وقتِ وفات وہیں رہے . یہ بات نہ تھی کہ انہیں کسی نے مدینہ سے نکالا تھا لہ اور اگر بالفرض ضرب اور جلاوطن کرنا ثابت ہو جائے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کی رائے اجماع کے خلاف تھی ، دیکھئے کعب احبار کو حضرت ابوذر نے ایک بار ایک حق بات کہنے پر لاٹھی سے مارا اور بعض کہتے ہیں کعب رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا ایسی صورت میں ابوذر کی تعزیر یا جلاوطنی اگر ہو گئی تو اس میں امام ہی حق پر ہے روایتِ مذکورہ کا متن یہ ہے .

عن مالك بن عبد الله يحدث عن ابى ذر انه جاء يستاذن عثمان بن عفان فاذن له وبيده عصاه ، فقال عثمان يا كعب ان عبد الرحمن توفى وترك مالا فما ترى فيه فقال ان كان يصلى فيه حق الله عزوجل فلا بأس به فرفع ابوذر عصاه فضرب كعب وقال سمعت رسول الله صلے الله عليه وسلم يقول ما احب لو ان لى هذا الجبل

لہ :۔ مناظرانہ انداز پر مفروضہ ہے ورنہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی واقعاتی دنیا میں مفروضات کے جواب دینے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے علم المناظرہ کا قاعدہ ہے ، اویسی غفرلہٗ

ذهبا انفقه ويتقبل منى اذر خلفى ست اواقى انشدك الله يا عثمان اسمعته ثلاث مرات اخرجه احمد (مشکوٰۃ ص۱۶۶ باب الانفاق)

مالک بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اجازت طلب کی ، اجازت مل گئی ، ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کعب عبدالرحمٰن فوت ہو گیا ہے اور کثیر مال چھوڑ گیا ہے تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے . کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ اللہ کا حق ادا کرتا تھا تو کوئی حرج نہیں ، ابوذر نے لاٹھی اٹھائی اور کعب کو دے ماری اور کہا ، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا ، اگر میرے لئے یہ پہاڑ سونا بن جائے تو میں اسے خرچ کر ڈالوں اور میرے سے قبول ہو جائے اپنے پیچھے چھ اوقیے بھی نہ چھوڑوں ، اے عثمان رضی اللہ عنہ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں تو نے یہ حدیث سنی ہے ! تین بار فرمایا .

قرآن مجید میں ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ تا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پ ۱۰ التوبہ ۳۴) جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سونا چاندی رکھتا ، اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا عذاب دردناک کا موجب ہے

اجتہاد ابوذر رضی اللہ عنہ :۔ اس آیت سے آپ کا اجتہاد تھا کہ کل مال خرچ کر دینا فرض ہے جملہ صحابہ کے نزدیک یہ اجتہاد مبنی بر خطا تھا .

اجتہاد کا جواب :۔ آیت میں زکوٰۃ نادہندہ کو وعید ہے اور جس حدیث پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گواہ بنایا ہے وہ بھی کل مال خرچ کرنے کا امر محتمل ہے کہ وہ استحباب ہے یا فرض اسے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم امر استحباب پر محمول فرماتے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرض پر "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" کے قاعدہ پر اتفاق کل مال پر امر نہیں۔

ابوذر کا تصلب :۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد پر سختی سے عامل تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تسلیم نہیں کر رہے تو انہیں یہودی کہا بلکہ زدوکوب کیا اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تعزیراً انہیں ملک شام کو چلے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری غیبی خبر یہ بتائی کہ تم اگر مسجد حرام چلے جاؤ گے تو بھی تمہیں وہاں پر نہیں رہنے دینگے۔

تفصیل :۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیش آئے ابوذر رضی اللہ عنہ کی دہیانی زندگی کی کیفیت بھی اوجھل نہ تھی لیکن اندریں دوران ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنی طبع کے خلاف کوئی امر سامنے نہ آیا اسلئے ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ طبعی طور پر زاہد اور تارک الدنیا بلکہ آپ دنیا کے دشمن واقع ہوئے آپ اصحاب صفہ میں سے ممتاز حیثیت کے مالک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقر وفاقہ کی خصوصی تعلیم و تربیت میں ڈھلے ہوئے تھے۔

جب گھر بار چھوڑ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے متبعین میں داخل ہوگئے۔ وہ رات دن مسجد نبوی میں عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ انہوں نے دنیا کی ہر چیز کی اہمیت اپنے دل سے نکال دی، مال وجاہ کی رغبت اور عیش وآرام کی لذت سب کو ترک کر دیا۔ اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل لگا لیا۔ وہ رات ان اصحاب رسول کیساتھ مسجد میں گذار دیتے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت انہیں طلب فرماتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے کچھ لوگوں میں کھانا تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سُنا تھا اسپر پوری طرح عمل کیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زہد کو اپنانے کی پوری کوشش کی،

اللہ کے فضل وکرم اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی عنایت نے ان کے دل کا قفل کھول دیا اور یقین وصدق عطا فرمایا۔ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان عنایت کیے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنا اسے محفوظ رکھا، حفظ کیا، اور بڑے محدثین میں شمار کیے گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بڑا مرتبہ تھا۔ چنانچہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر معاملے کی ابتداء حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کرتے تھے اور اگر وہ موجود نہ ہوتے تو آپ انکو

طلب فرماتے۔

ایک مرتبہ تہائی رات گزرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تشریف لائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے اُصحاب کو بلاؤ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب کو جگایا ان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کوئی تیس کے قریب اصحاب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے جو کا سالن رکھا اور اس پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا:

"بسم اللہ کرکے کھاؤ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، آلِ محمد کو آج اس کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوا۔

سب لوگوں نے جی بھر کے کھایا اور مسجد میں جاکر سو رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سونے کیلئے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی فوراً آنکھیں کھولیں، دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لارہے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز شروع کردی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کان لگا کر سُنا تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سُنا۔

"اگر تو انہیں مبتلائے عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں
اور اگر بخش دے تو تو غالب ہے، حکمت والا ہے"

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات رکوع وسجود میں رہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ انہیں دیکھتے رہے۔ صبح کے قریب جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچے اور عرض کیا "یارسول اللہ، آپ ساری رات یہ آیت پڑھتے رہے اور رکوع وسجود میں مشغول رہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں نے اپنے پروردگار سے شفاعت کی درخواست کی تھی سو اللہ نے مجھے عطا کردی، انشاءاللہ مجھے حق شفاعت ضرور ملے گا۔ اِلّا یہ کہ کوئی اللہ کیساتھ شرک کرے۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے آپ نہایت بہادر اور جری تھے تنہا سینکڑوں کا راستہ روک لیتے اور شیر کیطرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے۔ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی لحیان اور غزوۂ قرد میں شرکت کی۔

۶ھ میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بنی المصطلق کیلئے نکلے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینے کا حاکم بنایا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کیساتھ مسجد کیطرف روانہ ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ابوذر سر اُٹھا"

حضرت ابوذر نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک شخص سفید کپڑے پہن کر جارہا ہے چند قدم آگے چل کر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوذر سر اٹھا" حضرت ابوذر نے دیکھا کہ ایک شخص بوسیدہ کپڑے پہنے جارہا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے ابوذر! اللہ کے نزدیک یہ تمام روئے زمین سے بہتر ہے۔

ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپکے پاس کوئی سامان نہ دیکھ کر پوچھا " اے ابوذر تیرا سامان کہاں ہے ؟"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا " ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم اپنا اچھا اچھا سامان جمع کرتے رہتے ہیں "۔ اس شخص نے سوال کیا مگر جب تو یہاں رہتا ہے تو یہاں بھی تو سامان کی ضرورت ہے "

" پھر تو گھر والا ہمیں یہاں نہیں رہنے دے گا "

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کہا " بخدا اگر تم لوگ وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو نہ تو اپنی عورتوں کے پاس جاتے اور نہ بستر پر سوتے بخدا میں تمنا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے درخت بنا دیتا جس کے پھل لوگ کھایا کرتے "۔

" اے ابوذر کیا وہ بات جو تم جانتے ہو، تمہیں دنیا سے حصہ لینے سے روکتی ہے ؟ حضرت ابوذر نے فرمایا " رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تعجب ہے اس شخص پر جو ہمیشگی کے گھر کی تصدیق کرتا ہے پھر بھی وہ دھوکے کے گھر (دنیا) کی طلب کرتا ہے۔

ایسی تعلیم و تربیت کے علاوہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت ساتھ رہتے یہاں تک کہ اہلِ مدینہ کو اعتراف تھا کہ اصحابِ صفہ میں سے سب سے زیادہ قرب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تھا اور حضور علیہ السلام کی بھی ان پر خصوصی نگاہ تھی۔ اسپر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ اتنی گذارش ہے کہ ناظرین غور فرمالیں کہ انہیں مدینہ شریف سے شام اور پھر شام سے زبدہ وغیرہ نکالے جانے کا سبب صرف اور صرف یہی تھا کہ آپ جملہ صحابہؓ و

تابعین کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقر و فاقہ کے رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ خلافتِ شیخین تک کسی طرح بھی کسی سے نہیں الجھے اسکی وجہ یہ تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے ان کے زمانہ میں بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روش وہی تھی یعنی فقر و بے نیازی پر مشتمل تھی۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہم) کے دورِ خلافت تک بیشتر لوگوں میں دورِ نبوی کا رنگ قائم رہا لیکن جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اور نو مسلموں کی تعداد بڑھنے لگی، لوگوں کے دلوں سے تعلیماتِ نبوی کی اصل روح مٹنے لگی حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) نے اپنے زمانے میں جہاں کوئی معاشی یا معاشرتی خامی دیکھی تو فوراً سختی سے اسکا تدارک کیا۔

یہ دونوں اصحاب اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ دولت پرستی قوموں کے زوال کا اصل موجب ہے انہوں نے اس بات کا پوری طرح اہتمام کیا کہ مسلمانوں میں سرمایہ پرستی اور سرمایہ داری رواج نہ پائیں۔ طبقاتی امتیاز کم سے کم ہو جائے اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے جو مساوات کا مکمل نمونہ ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کی نرم طبیعت اور عفو و درگذر سے فائدہ اٹھا کر لوگوں نے وہی راستہ اختیار کرنا شروع کر دیا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں قابلِ مواخذہ تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت قریب تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا بہت غور سے

مشاہدہ کیا تھا، انہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تعلیمات اور نصائح اچھی طرح یاد تھیں جو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کی تھیں۔ مزید یہ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت کا نقشہ بھی دیکھا تھا اب جبکہ مسلمانوں میں وہ تمام باتیں رواج پا رہی تھیں جو تعلیماتِ نبوی کے خلاف تھیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھنے والے نہ تھے، وہ ان باتوں یعنی سرمایہ داری اور طبقاتی فرق کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور لوگوں کو زہد کی طرف دعوت دینے لگے۔ اور موضوع اور دلیل وہی (آیت ما نعین زکوٰۃ کو وعید پ۱۰) اور بس۔

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"تم اے مسلمانو! عنقریب اس ملک کو فتح کر لوگے جہاں پہ سکہ قیراط ہے تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں پھر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جب تم دیکھو کہ دو شخص ایک اینٹ برابر زمین پر جھگڑ رہے ہیں تو تم وہاں سے چلے آنا"

کے مطابق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کو بھی دیکھا اور وہاں بود و باش بھی اختیار کی اور یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ربیعہ اور عبدالرحمٰن بن شرحبیل اینٹ برابر زمین کیلئے جھگڑ رہے ہیں، تب وہ وہاں سے چلے بھی آئے (حدیث بیہقی میں) ابونعیم میں ملک مصر کا نام صراحۃً ہے۔

عقائد و فوائد :۔

(۱) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے مخاطب فرمایا۔ یہ واضح کرتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ما فی الغد اور مصر کے جملہ حالات اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تمام سوانح عمری جانتے تھے۔

(۲) ـــ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر تھا۔ تبھی تو مصر میں دو اینٹوں کی لڑائی کو دیکھ کر فوراً مصر کی سکونت ترک کی۔

"عن ابی ذر قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعت العراق درھمھا وقفیزھا ومنعت الشام مدھا ودینارھا ومنعت مصر اردبھا ودینارھا وعدتم من حیث بدأتم" (صحیح مسلم)

"عراق نے اپنے درہم و قفیز کو شام نے اپنے مد و دینار کو اور مصر نے اپنے اردب و دینار کو روک لیا اور تم ایسے ہی رہ گئے جیسا کہ شروع میں تھے"

فائدہ :۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث میں صیغہ ماضی کا استعمال فرمایا ہے حالانکہ اس کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے اس لئے کہ علم الٰہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا"

مجمع البحار میں ہے کہ قفیز اور اردب اس زمانے کے پیمانے ہیں، قفیز آٹھ مکوک کا اور مد ۱⅓ رطل یا بقول بعض دو رطل کا اور اردب بارہ صاع کا ہوتا ہے۔

(۲) — جب مدینہ منورہ میں خلافتِ راشدہ کا زمانہ ختم ہوگیا اور دمشق میں سلطنتِ امویہ کا قیام ہوگیا کہ پھر ان ممالک سے مالیانہ بشکل سکہ اور بشکل جنس کبھی حجاز کو حاصل نہ ہوا اور تا حال اسیطرح عمل درآمد چلا آرہا ہے۔ یہی علم غیب ہے۔

بیٹے کی موت :۔ کتبِ سیر میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کی بیخ کنی کر کے مدینہ منورہ پہنچے چند روز کے بعد اطلاع ملی کہ آپکے وہ اونٹ جو بمقام غابہ چرتے ہیں شیخ غطفان لے گیا ہے اور چرواہے کو بھی قتل کر دیا ہے اسکی جورو بھی ساتھ لے گئے ہیں۔

حضرت سلمہ بن عمر نے ثنیۃ الوداع سے اس حال کو دیکھا اور وہیں سے چلائے ، اہلِ مدینہ کو جب اسکی خبر ہوئی تو علینیہ کا پیچھا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اصحاب کیساتھ ان کی مدد کر کے اونٹوں کو ان لٹیروں سے چھین لیا۔ حضرت محرز بن نضلہ شہید ہوئے علینیہ معہ اپنے ساتھیوں کے بھاگ گیا۔ غزوہ غابہ کو غزوۂ ذی قردہ بھی کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ علینیہ ابن حصن فزاری چالیس سواروں کے ہمراہ آکر بیس شیر دار اونٹنیاں لے چلا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو جو چرواہوں کے ساتھ تھا مار گیا۔ اس حادثہ کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو پہلے سے دے دی تھی کہ غابہ جا کر نہ رہو بنی غطفانیوں کیطرف سے اطمینان نہیں ہے۔ وہاں تمہارا بیٹا مارا جائے گا مگر ابوذر نہ مانے اور وہیں جا کر رہے آخر وہی ہوا جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

پس منظر :۔ یہ اس واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو غزوۂ ذی قرد کا سبب بنا۔ ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے ایک برید "ایک پیمائش ہے" کے فاصلے پر ہے جیسا کہ اثنائے قصہ میں معلوم ہوگا۔ اس کو غزوۂ غابہ بھی کہتے ہیں یہ بھی ایک موضع کا نام ہے۔

غابہ دراصل ایک جنگل ہے اس غزوہ کا وقوع حدیبیہ سے پہلے ہے اس پر اہلِ سیر کا اتفاق ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ خیبر سے تین دن پہلے ہے، مسلم نے بھی اس کی مانند کہا ہے اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ غزوۂ ذی قرد کے بارے میں تاریخ میں جو کچھ صحیحہ میں مروی ہے وہ بہ نسبت اہلِ سیر کے زیادہ صحیح ہے۔

اس غزوہ کے وقوع کا سبب یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیس لقحہ تھے "یعنی ایسے دودھ والے اونٹ جو بچہ جننے کے قریب تھے ، وہ غابہ میں چرتے تھے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی وہاں رہتے تھے اتفاق سے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ چند روز کیلئے وہاں سے چلے آئیں اسلئے انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی باوجود اس کے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی ، انہوں نے منت سماجت میں اصرار و مبالغہ کیا تاکہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیدیں۔ حضور نے فرمایا کہ غطفان سے میں مطمئن نہیں ہوں مبادا کہ وہ تم پر حملہ آور ہوں اور اجازت دیدی، مزید فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ غطفان تم پر حملہ آور ہیں اور انہوں نے تمہارے بیٹے کو شہید کر دیا ہے" حضرت ابوذر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے حال پر تعجب ہوا کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا فرما رہے ہیں اور میں اصرار کرتا رہا بالآخر وہی ہوا جو حضور نے فرمایا تھا۔ یہ واقعہ عجیب ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایسا واقعہ ہوا کہ باوجودیکہ وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہیں اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی طلب کے ہمیشہ خواستگار رہے ہیں اور ان سے اس معاملہ میں جس میں حضور توقف فرما رہے ہیں، اصرار و مبالغہ کی جرأت سرزد ہوئی۔ تقدیرِ الٰہی یونہی تھی۔ (مدارج النبوۃ صـ۲۲۸ ج ۲)

فائدہ:۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا "غطفان تم پر حملہ آور ہیں" یہی علمِ غیب ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو واضح الفاظ میں فرمایا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا توجہ نہ کرنا مبنی بر تقدیرِ الٰہی تھا۔ ہوا وہی جو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

:۔ احادیث مرویہ :۔

علم الحدیث (اصول) کا قاعدہ ہے کہ راوی جس روایت کو بیان فرمائے وہ اس کا عقیدہ وعمل ہے اگر کوئی روایت کسی راوی کے عقیدہ وعمل کے خلاف ہو تو وہ ناقابل ہوتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرویہ احادیث علمِ غیب کے بارے میں بکثرت ہیں ہم بطورِ نمونہ صرف دو احادیث مبارکہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ باب المساجد میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے "عوضت علیَّ اعمال امتی حسنہا و سیئہا فوجدتُ فی محاسن اعمالہا الاذی یماط عن الطریق"

"ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے، اچھے بھی اور برے بھی ہم نے ان کے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔"

(۲) عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ناسا من امتی سیماھم التحلیق یقرؤن القراٰن لا یجاوز حلوقھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ھم شر الخلق والخلیقۃ (کنز الاعمال صـ۳۶ ج ۶)

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ میری امت سے جنکا خاص نشان سرمنڈا ہوگا، قرآن پڑھیں گے ان کے حنجروں سے نیچے نہ ہوگا دین سے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے وہ خداوند کریم کی تمام مخلوق سے شرارتی ہوں گے اور فطرتاً شرارتی ہوں گے"

اس حدیث کی تفصیل فقیر کی تصنیف "العلامات الوہابیہ فی الاحادیث النبویہ" میں پڑھیئے۔ فقط والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

"بہاولپور پاکستان، یکم ذی قعد ۱۴۲۴ھ"

فوائد اعراس اولیاء اللہ وطریق فاتحہ

از آداب الطالبین: شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَتَّخِذَ وَلِيمَةً فَاجْتَهِدْ بِاِدْرَاكِ يَوْمِ مَوْتِهِ وَ السَّاعَةِ الَّتِيْ نُقِلَ فِيهَا رُوْحُهُ لِأَنَّ أَرْوَاحَ الْمَوْتَى يَأْتُوْنَ فِيْ أَيَّامِ الْأَعْرَاسِ فِيْ كُلِّ عَامٍ فِيْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَاِنَّ بِذٰلِكَ لِفَرَحِ أَرْوَاحِهِمْ تَاثِيْرًا بَلِيْغًا فَاِذَا رَأَوْا شَيْئًا مِنَ الْمَاْكُوْلَاتِ وَ الْمَشْرُوْبَاتِ يَفْرَحُوْنَ وَ يَدْعُوْنَ لَهُمْ وَ اِلَّا يَدْعُوْنَ عَلَيْهِمْ. انتهى ما فيه (تحفۃ الابرار)

"جب آپ فاتحہ دینا چاہیں تو کوشش کریں تو اس کے یوم وصال اور وقت وصال کے موقعہ پر دیں جس میں ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی تھی، کیونکہ وفات پانے والوں کی روحیں ہر سال عرسوں کے ایام میں انہی اوقات اور مقامات پر تشریف لاتیں ہیں جہاں ان کا وصال ہوا تھا۔ اس سے وہ خوشی و فرحت محسوس کرتی ہیں، اس کی بڑی تاثیر ہے، جب وہ ان کھانے پینے والی چیزوں کو دیکھتی ہیں، تو ان کے لئے دعا گو ہوتی ہیں، ورنہ ان کے لئے بددعا کرتی ہیں۔۔الخ"

مجمع الروایات۔ سراج الھدایہ لمولانا جلال الدین بخاری فی حاشیۃ المظہری میں ہے:

"أَرَادَ أَنْ يَتَّخِذُوا الْوَلِيمَةَ فَلْيَتَّخِذْ بِاِدْرَاكِ يَوْمِ

مَوْتِهِ وَ يُحَاطُ فِي السَّاعَةِ الَّتِيْ نُقِلَ رُوْحُهُ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَيَنْبَغِيْ أَنْ يُطْعِمَهُ الطَّعَامَ وَ الشَّرَابَ فَاِنَّ أَرْوَاحَهُمْ يَفْرَحُوْنَ بِذٰلِكَ وَ يَدْعُوْنَ لَهُمْ"

"اگر کسی کے فاتحہ کرنے کا ارادہ ہو تو چاہیے کہ موت کے دن موت کے وقت کرے۔ جس وقت روح اس کی دار فانی سے منتقل ہو کر عالم جاودانی کو جاتی ہے۔ اس وقت کھانا کھلائے، پانی پلائے، کہ اموات کی روحیں اس سے خوش ہوتی اور اس کے واسطے دعا کرتی ہیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆